سُورَۃ لُقمان

مکی ہے[1] اس کے حروف (۲۱۱۰) اس کے کلمات (۵۴۸) اس کی آیات (۳۰) ہیں

براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتے تو سورۃ لقمان وذاریات میں سے کوئی کوئی آیت یکے بعد دیگرے سنتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ

رحمۃ
ترجمہ: ... (margin note partially cut off)

[1] اخرج البیہقی فی الدلائل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال انزلت سورۃ لقمان بمکۃ (در)

[2] نسائی وابن ماجہ (در) هدى ورحمة۔ یہ دونوں آیات سے حال ہیں۔ اور ان دونوں میں عامل معنی اشارہ ہے (بیضاوی) سورۃ بقرہ میں ھدی للمتقین ہے یہاں رحمۃ کو جب زاید فرمایا تو للمحسنین فرمایا کیونکہ احسان کا مرتبہ تقوی سے اوپر ہے چنانچہ فرمایا للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ۔ اسی لئے یہاں یؤمنون بالغیب ہی نہیں فرمایا تاکہ تکرار کا شبہ نہ ہو۔ کیونکہ باب عقاید میں احسان سے زیادہ کوئی مقام نہیں ہے ۱۲۔

عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں

درحالیکہ نیکی کرنے والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہیں۔ جو نماز قایم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اور یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کی یونکی تعریف فرمائی اور یہ کہ وہ ہدایت و رحمت ہیں نیکوکاروں کے لئے یا اُن لوگوں کے لئے جو اللہ کی عبادت اسطرح کرتے ہیں گویا اُسے دیکھ رہے ہیں اور نماز جس طرح پڑھنی چاہیئے اُس طرح پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں جس سے بدنی پاکیزگی اور مالی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ تو اب اُن کے افعال خالص اللہ کے لئے ہوتے ہیں نہ ریاکاری نہ لوگوں کے جزا اور شکریہ کا خیال۔ یہی لوگ تو اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں کہ مکاشفہ اور سیر فی اللہ وعن اللہ حاصل ہے۔ اور یہی لوگ تو اُن کمالات سے کہ جو انسان کے لئے ممکن تھے کامیاب ہو گئے۔ برخلاف اُن کے بعض لوگ ایسے ہیں کہ قرآن کو چھوڑ کر اُن باتوں میں مشغول ہوتے ہیں جو خدا سے غافل کردیں جس طرح فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ

لَیَضِلَّ

وَمِنَ النَّاسِ۔ بحسب معنی ماقبل پر عطف ہے گویا کہ اس طرح کہا گیا من الناس هاد مهدی ومنهم ضال مضل۔ یا قصہ کا عطف قصہ پر ہے (خفاجی) ١٢

عِلْمٍ ق وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ
اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ج فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ
اَلِيْمٍ ○ اور بعض آدمیوں میں سے وہ ہے جو کھیل کی باتیں خریدتا ہے تاکہ بغیر علم کے راہ
الٰہی سے بہکائے۔ اور تاکہ اس (راہ حق) کو ٹھٹھا بنائے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا[۱]
کرنے والا عذاب ہے۔ اور جب اس کے روبرو ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو غرور کرتا ہوا
پیٹھ پھیرتا ہے گویا ان (آیات) کو سنا ہی نہیں گویا اس کے دونوں کانوں میں گرانی ہے
پس (اے نبی) تم اسے عذاب دردناک کی خوشخبری دو۔ رسول[۲] اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ گانے والی چھوکریوں کو نہ خریدو اور نہ بیچو۔ ان کی تجارت میں بہتری نہیں
ان کی قیمت حرام ہے اور اسی معاملہ میں آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ نازل ہوئی۔[۳]

يَتَّخِذُهَا نافع و مکی و بصری و شامی ساتھ رفع دال کے پڑھتے ہیں یعنے آیات الٰہی کو بہکایا ہے

---

۱ انہوں نے اللہ کی آیتوں سے اہانت کی تو قیامت میں انہیں عذاب الیم دیکر اہانت کی جائے گی۔ کیونکہ جزا جنس عمل سے ہوتی ہے۔ ۲ امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و طبرانی و بیہقی وغیرہم از ابوامامہ (در) ابن کثیر نے اس جیسی حدیث کو ترمذی سے نقل کر کے کہا کہ علی اور ان کے شیخ اور ان کے کل راوی ضعفا ہیں۔ ابن جریر نے کہا کہ "اشتراء کے دو تاویلیں ہیں۔ ایک تو قیمت سے خرید کرنا ہے اور یہی اظہر ہے۔ دوسرے (مجازی) معنے پسند کرنا اور بدل کرنا ہے" لیکن ابن کثیر نے معنی اول کو قیل سے تعبیر کیا ہے

۳ ابن ابی شیبہ و ابن جریر و حاکم بعد تصحیح اور بیہقی شعب الایمان میں (در) ۱۲

مسعود رضی اللہ عنہ نے قسم کہا کے فرمایا کہ غنا لہو الحدیث ہے "ابن عباس نے فرمایا کہ غنا اور
اُسکی مانند چیزیں لہو الحدیث ہیں "ابن جریر کا مختار یہ ہے کہ ہر کلام کہ اللہ کی آیات سے و
اُسکی راہ کی پیروی سے روکے وہ اس میں داخل ہے" فقیر کہتا ہے کہ بعضے لوگ ان
جیسی حدیثوں کو دیکھ کر مطلق سماع کا انکار کرتے ہیں اور اُن اللہ والوں پر بھی طعن
کرتے ہیں جو اس کے عاشق اور دیدار کے مشتاق ہیں اور سماع اُن کی آتشِ شوق کو بھڑکاتا
ہے بلکہ اس سماع سے وہی سماع مراد ہے جس سے فتنہ کا خوف ہو۔ چنانچہ اسی آیت میں
لہو الحدیث کے بعد لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ مذکور ہے یعنے تاکہ اللہ کی راہ سے گمراہ کریں۔ بیشک

لہ اضافتِ بیانیہ مثل ثوبِ خز کے ہے۔ لہ بخاری ادب مفرد میں و ابن جریر و بیہقی اپنی سنن میں۔ (در) لہ یہ
صوفیہ تو جس چیز کو نظر کرتے ہیں اُس میں اُس کے نورِ پاک کو دیکھتے ہیں۔ اور جو آواز سنتے ہیں تو اُسکو اُسی
سے یا اُس کی طرف سے جانتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے حق میں راگ اُن کے شوق کو اُبھارتا ہے اور عشق
و محبت کو پختہ کرتا ہے اور یہ دل پر چقماق کا کام کرتا ہے۔ اور اُس میں سے اُن مکاشفات و لطائف
کو ظاہر کرتا ہے کہ جو احاطۂ وصف سے خارج ہیں۔ ع ذوقِ ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی ؛
اور جس کی حس اُس کے ذوق سے بے بہرہ ہے وہ انھیں کیا جانے۔ اور سننے والے کو جو
لذت معلوم ہوتی ہے اور اس کا حال دگرگوں ہو جاتا اور رنگ بدل جاتا ہے اُسے دیکھکر
تعجب کرتا ہے۔ لیکن اُس کا تعجب ایسا ہے جیسے نامرد لذتِ مباشرت سے تعجب کرے۔
اور جاہل آدمی لذتِ معرفتِ آلہی اور اُس کے جلال و عظمت اور عجائبِ صنعت کی ادراک سے
تعجب کرے الخ (احیاء العلوم) ۱۲

منزل ۵

جو سماع ایسا ہو وہ واقع میں حرام ہے۔ مگر ہر ایک سماع ایسا نہیں کہ جو اللہ کی راہ سے گمراہ کرے تو منصف مزاج کو چاہیے کہ ان احادیث پر بھی غور کرے جو غنا کی حلّت پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لڑکیاں گائیں[۱] اور آپ نے منع نہیں فرمایا اسی لئے حضرت سعدی فرماتے ہیں ؎

سماع اے برادر نہ دانم کہ چیست	مگر مستمع را بدانم کہ کیست

حضرت ابو طالب مکی قوت القلوب میں فرماتے ہیں کہ اگر ہم سماع سے مجمل و مطلق انکار کریں تو ستر صدیق پر انکار ہو گا۔ اگرچہ اسکا انکار زاہدانِ خشک کو اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن ہم اس طرح انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم جو جانتے ہیں اور صحابہ و تابعین سے جو ہم نے سنا ہے

[۱] بخاری وغیرہ میں لفظ تغنیان موجود ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ انصاریوں کی دلہن رخصت کرنے میں حضرت نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ارسلتم معہا من یغنی یعنی دلہن کے ساتھ کسی گانے والی کو بھجوایا۔ بی بی نے عرض کیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ انصار میں غزل (کہنے کا) شوق ہے۔ کاش کہ اس دلہن کے ہمراہ کوئی اس طرح کہنے والی کو بھجواتے۔

اَتَیْنَاکُمْ اَتَیْنَاکُمْ	فَحَیَّانَا وَحَیَّاکُمْ

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ باندی نے عرض کی کہ میں نے نذر کی تھی کہ اگر اللہ تعالے آپ کو اس جہاد سے صحیح سالم لائیگا تو میں آپ کے سامنے دف بجا کر گاؤنگی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو نے نذر کی تھی پوری کر لے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر سماع معصیت ہوتا نذر جائز نہ ہوتی۔ ۱۲

انھیں نہیں معلوم ہے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ سماعؔ چار قسم پر ہے (۱) حرام۔ (۲) مباح۔ (۳) مکروہ (۴) مستحب۔ حرام اُن لوگوں کے حق میں ہے جو جوان ہیں اور جنپر دنیا کی شہوت غالب ہے تو سماعؔ اُن کی بُری صفتوں کو ہی جو اُن کے دل پر غالب ہیں حرکت دیگا ع ہرچہ گیرد علتی علت شود۔ اور مکروہ اُن کے حق میں ہے جو سماع کو مخلوق کی صورت پر تو نہیں ڈہالتے۔ مگر اکثر اوقات اُسے لہو کے طور پر عادت ٹہیرا لیا ہے۔ اور مباح اُن لوگوں کے حق میں ہے کہ جنھیں سماع سے کوئی بہرہ سواے خوش آوازی سے مزہ پانے کے نہیں ہے۔ اور مستحب اُن کو ہے جن پر خدا تعالے

سماع چار قسم پر ہے

ا ان جیسی باتوں میں حکم کا مختلف ہونا کچھ بعید نہیں مثلاً مسئلہ فقہیہ ہے کہ اگر روزہ دار بوڑہا اپنی بی بی کا بوسہ لیوے تو اُسے جایز ہے۔ اور جوان کو مکروہ۔ اسیطرح سماع ہر شخص کے حق میں جدا حکم رکھتا ہے ۱۲

۲ کیونکہ نغماتِ موزوں اُن کے اندرونی راز کو ظاہر کرتے ہیں خواہ بُرے ہوں یا بہلے۔ اس لئے کہ دل کا حال بہرے برتن کا سا ہے کہ جب چہلکاؤ گے تو وہی نکلیگا جو اُس میں بہرا ہے۔ اسی طرح راگ بھی دلوں کے حق میں سچی کسوٹی ہے۔ جب اس سے دل کو حرکت ہو گی تو اُنسے وہی باتیں صادر ہونگی جو اُنپر غالب ہیں۔ ۳ کیونکہ جو شخص اللہ تعالے کو پہچانتا ہے اُس سے ضرور ہی محبت کرتا ہے اور جسکی معرفت کامل ہوتی ہے تو وہ محبت میں پختہ ہو جاتا ہے۔ اور اسی کمالِ محبت کا نام عشق ہے۔ اور جمال ظاہری آنکہہ سے معلوم ہوتا ہے اور جمالِ باطنی دل سے۔ اور جس ذات پاک کا یہ حال ہو کہ دنیا میں جتنی خوبیاں اور جمال اور محبوب ہیں وہ سب اُس کی خوبیوں کا پرتو ہوں اور اُس کے آثارِ کرم کی علامت اور دریاے جود کا قطرہ۔ بلکہ تمام حسن و جمال جو عالم میں شروع پیدایش دنیا سے آخر تک ہے وہ عقل سے خواہ حواسِ ظاہری آنکہہ کان وغیرہ سے معلوم ہوتا ہو اس کے

باختلاف اشخاص حکم سماع مختلف ہوتا ہے

بیان محبت الٰہی

کی محبت غالب ہی اور سماع اُن کی اچھی صفتوں کو ہی تحریک دیتا ہے جو اُن میں ہیں ع کفر گیرد کاملے ملت شود ۞ اور آگ جلائے فرماتے ہیں کہ راگ جن سے حرام ہوجاتا ہے وہ پانچ عارض و سبب ہیں **اول** یہ کہ گانے والی وہ عورت ہو کہ جسکی طرف دیکھنا

سماع پانچ سبب سے حرام ہوتا ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) خزاینِ قدرت کا ایک ذرہ اور اس کے انوارِ حضرت کا ایک لمعہ ہی پس جب ذاتِ پاک کا یہ وصف ہو اُس کی محبت کیسی نہیں بڑھتی بلکہ یہ محبت تو اتنی زیادہ ہوجاتی ہے کہ اُسے عشق کہنا ہی خطا ہو یعنے لفظ عشق بھی اس افراط کے مفہوم سے قاصر ہے سبحان اللہ عجب ذاتِ پاک کہ شدت ظہور ہی اُس کے ظہور کا حجاب ہے اور اُس کے نور کی چمک ہی آنکھوں کا پردہ ہے۔ اگر نور کے ستر پردوں میں وہ ذات مستتر نہ ہوتی تو اُس کے چہرہ کے انوار اُس کے جمال پاک کو دیکھنے والوں کی آنکھیں جلا کر خاک کر دیتے۔ اور اگر اس کا ظہور اُس کے مخفی ہونے کا سبب نہ ہوتا تو عقلیں حیران اور دل پریشان اور قوتیں ابتر اور اعضا منتشر ہوجاتے۔ اور اگر بالفرض دل پتھر اور لوہے کی ہوتے تو اُس کے ادنے انوارِ تجلی کے سامنے چکنا چور ہو جاتے۔ کیونکہ نورِ آفتاب کی تاب شپر میں کہاں ہوسکتی ہے۔ اب دنیا کی موجودات پر نظر ڈالئے تو کل موجودات اللہ تعالے کی تصنیف اور اُس کا فعل ہیں۔ تو اب مصنوعات میں صانع ہی کے صفات نظر آئیں گے جس طرح خوبی تصنیف سے مصنف کی قدر و بزرگی معلوم ہوتی ہے۔ اب اس عالم کے دیکھنے والے کو خدا کی ہی محبت و معرفت ہوگی اور اس عشق کی یہ تعریف ہی کہ شرکت قبول نہیں کرتا اور اُس کے سوا جتنے عشق ہیں وہ شرکت قبول کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا کے سوا جو محبوب ہے اُس کا نظیر ممکن ہے خواہ وجود میں یا امکان میں۔ مگر اس جمال کا ثانی نہ امکان میں ہوسکتا ہے نہ وجود میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی محبت کو عشق کہنا مجازی ہی نہ حقیقی۔ لہ وقال صاحب الاصلاح وذهبت طائفة الى التفرقة بين الرجال والنساء فحرموا تحريمه من النساء الاجانب واجروا الخلاف في غيرهن قال القاضي ابو الطيب

غناء اول

حلال نہ ہو اور اس کا راگ سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور اسی کے حکم میں لڑکا بے ریشا ہے۔ لیکن لڑکوں کا حال عورتوں کی طرح عام نہیں بلکہ اُن کے باب میں فتنہ کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ **دوم** یہ کہ آلاتِ سماع اچھے نہ ہوں جو میخواروں اور مخنثوں کے شعار ہوں۔ **سوم** یہ کہ نظم میں خرابی ہو۔ اور شعر میں فحش اور بیہودگی ہو۔ [۲] و عقائد کے خلاف باتیں ہوں تو اس گناہ میں سننے والا اور کہنے والا دونوں شریک ہیں۔ اور اسیطرح وہ اشعار جن میں کسی خاص و معین عورت کا وصف ہو۔ لیکن اشعار تشبیب

(بقیہ صفحہ گذشتہ) الطبری اذا کان المغنی امرأۃ لیس بمحرم لہ فلا یجوز بحال وسواء کانت حرۃ او مملوکۃ قال الاصحاب وسواء کانت مکشوفۃ او من وراء حجاب۔ وقال القرطبی جمہور من اباحہ حکوا بتحریمہ من الاجنبیات للرجال۔ وقال ابو عبد اللہ السامری الحنبلی فی کتابہ المستوعب۔ الغناء اذا قلنا بہ فذا اذا کان ممن لا یحرم صوتہا کزوجتہ وامتہ۔ واما من یحرم کالنساء الاجانب فلا یجوز قولا واحدا۔ وقال القاضی حسین فی تعلیقہ اذا کان المغنی امرأۃ فلا خلاف انہ یحرم سماع صوتہا (شرح احیاء) [۱] چنانچہ بخاری میں ہے لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والمعازف صورتہ عند البخاری صورۃ التعلیق۔ ولذلک ضعفہ ابن حزم۔ ووصلہ ابو داود والاسمعیلی۔ والمعازف الملاہی قالہ الجوہری۔ ولا عبرۃ بتضعیف ابن حزم بعد ان وصلہ ابو داؤد الاسمعیلی وکذا البیہقی۔ والبخاری اذا علق شیأ بصیغۃ الجزم یحتج بہ۔ ثم ان البخاری علقہ عن ہشام بن عمار وقد لقیہ فیحمل علی السماع۔ فالحکم حینئذ للوصل کما ہو معروف فی موضعہ (اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین) [۲] کیونکہ عورت کا ذکر مردوں کے سامنے جائز نہیں جس سے اس کے بدن یا اعضاء کا حال معلوم ہو۔ ۱۲

یعنے ذکرِ خط و خال و رخسار و قد وغیرہ جو شروع قصاید میں معمول ہے صحیح یہ ہے کہ اس کا نظم کرنا اور پڑہنا حرام نہیں۔ اور سننے والے کو چاہئے کہ ان اوصاف کو کسی اجنبی عورت پر نہ ڈالے[۱] ورنہ گنہگار ہوگا۔ **چہارم** یہ کہ سننے والے میں خرابی ہو یعنے صفتِ شہوت غالب ہو

[۱] اور اگر ڈالے تو اپنی منکوحہ یا مملوکہ پر جو اس کے لئے حلال ہو۔ لیکن ایسے شخص کو راگ سننا ہی نہ چاہئے اس لئے کہ جس شخص پر جس کا عشق غالب ہوتا ہے وہ جو کچھ سنتا ہے اپنے معشوق پر ڈال لیتا ہے۔ خواہ لفظ مناسب ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ کوئی لفظ ایسا نہیں جسے استعارہ کے طور پر بہت سے معانی پر نہ ڈال سکیں مثلاً جس کے دل پر عشقِ الٰہی غالب ہوتا ہے وہ زلفوں کی سیاہی سے کفر کی تاریکی خیال کرتا ہے اور سفیدی اور تازگی رخسار سے نورِ ایمان۔ اور وصال کے ذکر سے دیدارِ الٰہی۔ اور فراق کے مضمون سے اسکی جناب سے مردود ہونا۔ اور رقیبِ وصال کے محل سے دنیا کے عوائق و آفات جو اللہ تعالے کے ساتہ انس دائمی میں خلل انداز ہیں سمجھ لیتا ہے۔ کیونکہ جو باتیں جس کے دل پر غالب ہیں وہ لفظوں کے ساتہ ہی جھٹ پٹ سمجھ میں آتی ہیں۔ چنانچہ کسی بزرگ کا ذکر ہے کہ بازار میں گذرے اور کسی کو کہتے سنا کہ خیار (یعنے کھیرا) پیسے کے دس۔ اسیوقت انھیں وجد آگیا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب خیار پیسے کے دس ہیں تو اشرار کی کیا قیمت ہوگی۔ یعنے خیار جو معنے میں کہیرے کے تھے اُسے فوراً جمع خیر معنی میں بہتر کے سمجھ لیا۔ اور کسی کو کہتے سنا سعتر برّی۔ تو انکھیں وجد آگیا۔ لوگوں نے سبب وجد پوچھا۔ فرمایا کہ گویا میں نے یوں سمجھا اسع تر برّی یعنے تو کوشش کر تو میرا سلوک دیکھیگا۔ اور کبھی عجمی جو عربی زبان نہیں سمجھتا ہے۔ عرب کے اشعار سنکر وجد کرتا ہے۔ اس لئے کہ عربی کے بعض کلمات عجمی الفاظ کے جیسے ہوتے ہیں اس لئے ان سے اور معنے سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً کسی نے یہ مصرع پڑہا ع وما زارنی فی اللیل الا خیاله۔ کسی نے سبب وجد پوچھا۔ فرمایا کہ یہ کہتا ہے کہ ما زاریم۔ یعنے لفظ زار فارسی میں نحیف و قریب مرگ کو کہتے ہیں اور ما نا فیہ کو فارسی کی ضمیر جمع متکلم سمجھکر یہ خیال کیا کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ ہم سب آمادہ ہلاک میں اور اسوقت اُن کے دل میں اندیشہ آخرت کی ہلاکی کا ہوا جو باعثِ وجد ہوا۔ اور جو شخص تنگ

اور عین بہارِ جوانی میں ہو تو اُسے راگ سننا حرام ہی خواہ اُس کے دل پر کسی معین شخص کی محبت غالب ہو یا نہ ہو کیونکہ وہ کسی حال میں ہو جب وصف زلف و رخسار و جمال فراق و وصال سنیگا تو اُسکی شہوت جنبش کرے گی اور ان الفاظ کو کسی اجنبی عورت کی صورت پر ڈالیگا جسے شیطان اُس کے دل میں پھونک دیگا اور اسباب شر مہیا ہو جائیں گے۔ اسی کا نام شیطان کے لشکر کو مدد دینا اور عقل کو جو لشکر الٰہی ہے اور شیطان سے بچاتی ہی شکست دینا ہی تو ایسے آدمی کو چاہئے کہ مجلسِ سماع سے نکل جاے ورنہ اُسے سماع سے بڑا ضرر پہونچیگا اور اب تو اکثر دل ایسے ہی ہیں جن پر لشکر شیطان غالب ہو رہا ہی تو اس قسم کے لوگوں کے حق میں راگ ایسا ہی ہے کہ گو شیطانی لشکر کے ہتھیار تیز کر دینا ہی نتیجہ یہ کہ سننے والا عام لوگوں میں سے ہی نہ محبتِ حق غالب اور نہ اسپر شہوت کا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) محبتِ الٰہی میں چل رہا ہی اُسکا وجد اُسکی سمجھ کے موافق ہی اور اُسکی سمجھ اُس کے خیال کے موافق اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ اس کا تخیل شاعر کی مراد کے موافق ہو وے یا شعر کی زبان سمجھے۔ اسلئے اُسکا وجد حق اور درست ہی۔ اور جیسے ہلاکی آخرت کا خوف ہوتا ہی تو اُسپر جو کچھ کیفیت نہ ہو جاوے وہ تھوڑی ہی عقل کا مختل اور اعضا کا مضطرب ہو جانا کیا بڑی بات ہی غرضکہ حقانی وجد والوں کے لئے الفاظ تشبیہ کے بدلنے میں کچھ بڑا فائدہ نہیں وہ تو جس زبان کا لفظ سنیں گے اُس سے اپنا ہی مطلب نکال لیں گے ۵

کسانیکہ یزداں پرستی کنند ؛	بآوازِ دولاب مستی کنند۔

لہ دلمیں لشکر شیطان یعنی شہوات اور اللہ تعالیٰ کے لشکر یعنی نورِ عقل میں ہمیشہ لڑائی رہتی ہی بجز اُس دل کے کہ جسمیں ایک لشکر کی فتح ہو گئی ہو اور دوسرا بالکل مغلوب ہو گیا ہو کہ اُس میں جنگ موقوف ہو جاتی ہی۔ ۱۲ قاضی حسین نے اپنی

غلبہ تو ایسے شخص کے حق میں سماع مثل اور مباح لذتوں کے ہے۔ لیکن اگر عامی شخص سماع کو اپنی عادت بنالیگا اور اپنی اکثر اوقات اُسی میں صرف کریگا تو بھی احمق ہے جسکی گواہی مقبول نہوگی۔ غرض سماع کے مسئلہ میں نہایت اختلاف ہے۔ بلکہ اسقدر اختلاف کسی اور مسئلہ میں نہیں ہے۔ خلاصۂ اقوال یہ ہے کہ اس میں چار فرقے ہیں ایک فرقہ تو مستحسن سمجھتا ہے۔ دوسرا مباح کہتا ہے تیسرا مکروہ جانتا ہے چوتھا حرام بتلاتا ہے۔ پھران چار

(بقیہ گذشتہ) تعلیق میں کہا کہ سماع میں لوگوں کے تین قسم ہیں (۱) عوام (۲) زہاد (۳) عارفین۔ عوام کو بسبب بقاء نفوس کے حرام ہے۔ زاہدوں کو بسبب مجاہدات کے مباح ہے۔ اور ہمارے اصحاب کو بسبب حیات قلوب کے مستحب ہے (شرح احیا) لہ اور جس صورت میں کہ کھیل سے لذت مقصود ہو تو مباح اس وجہ سے ہوتا ہے کہ دل کو آرام دینا اور بعض اوقات دل کو راحت پہونچانا ہی اسکا علاج ہوتا ہے تاکہ تھوڑی سی لذت اٹھاکر باقی اوقات دنیوی کاموں یعنی تجارت وغیرہ میں یا دین کے کاموں نماز و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہو۔ اور بہت سی محنت میں تھوڑا سا کھیل ایسا سمجھنا چاہئے جیسے رخسار پر تل کہ ہر چند کالا ہے مگر اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر رخسار بہت سے تل ہوجائیں کہ تل کے نہ رہنے کی جگہ نہ رہے تو ظاہر ہے کہ رخسار نہایت بدصورت ہوجائے گا۔ اور جو چیز حسن کی تھی وہی کثرت کے سبب قباحت کی ہوجائے گی۔ شارح احیاء فرماتے ہیں کہ یہ اُس قول کی طرف اشارہ ہے جو کہتے ہیں کہ بہت غنا جائز نہیں اور تھوڑا جائز ہے۔ رافعی نے اسی طرح ایک روایت مذہب امام شافعی سے نقل کی ہے۔ اور قاضی حسین نے اپنی تعلیق میں کہا قال الشافعی فی الکبیر اذا کان الرجل یغنی علی الادوار فهو سفیه۔ اما اذا کان یغنی احیانا و حالا لا یوصم صدیق له استشهادا فلا ترد شهادته الخ۔ لیکن نووی نے امتاع میں اسکو بھی جائز کہا۔ دیکھو شرح احیاء ۱۲۔

فرقوں میں بھی دو طرح کی تقسیم ہے۔ بعض نے تو مطلق قول کو اختیار کیا ہے۔ اور بعض نے کسی شرط سے مقید کیا ہے۔ شیخ ابو طالب مکی قوت القلوب میں اباحت سماع کو ایک جماعت سلف سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ صحابہ سے عبد اللہ بن جعفر و عبد اللہ بن الزبیر و معاویہ و مغیرہ بن شعبہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے سنا ہے اور

ثبوت سماع از صحابہ رضی اللہ عنہم

قال الشیخ کمال الدین ابو الفضل جعفر بن تغلب الادفوی فی الامتاع واما عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما فسماع الغناء عنہ مشہور مستفیض عنہ۔ نقلہ عنہ کل من امعن فی المسئلۃ من الفقہاء والحفاظ واہل التاریخ الاثبات۔ وقال ابن عبد البر فی الاستیعاب انہ کان لا یری بالغناء باسًا۔ وقال الاستاذ ابو منصور البغدادی فی مؤلفہ فی السماع کان عبد اللہ بن جعفر مع کبر شانہ یصوغ الالحان لجواریہ ویسمعہا منہن علی اوتارہ ثم روی الشیخ تقی الدین بن دقیق العید فی کتابہ اقتناص السوانح بسندہ عن وہب بن سنان قال سمعت عبد اللہ بن الزبیر یترنم بالغناء۔ وقال عبد اللہ فما سمعت رجلا من المہاجرین الا وہو یترنم۔ وقال امام الحرمین وابن ابی الدم ان الاثبات من اہل التواریخ نقلوا انہ کان لعبد اللہ بن الزبیر جوار عوادات وان ابن عمر دخل علیہ فرای العود۔ فقال ما ہذا یا صاحب رسول اللہ فناولہ لہ فتاملہ ابن عمر۔ وقال ہذا میزان شامی۔ فقال ابن الزبیر توزن بہ العقول۔ (امتاع) ثم روی ابن قتیبۃ بسندہ ان معاویۃ سمع عند ابنہ یزید بالغناء علی العود فطرب لذلک وذکر حکایۃ مطولۃ۔ ورواہا ایضا المبرد فی الکامل وقال ابن قتیبۃ فی کتاب الرخصۃ ان معاویۃ سمع الغناء علی العود عند عبد اللہ بن جعفر فحرک معاویۃ رجلہ۔ فقال عبد اللہ حرکت رجلک فقال ان الکریم طروب وحکی الماوردی فی الحاوی نحوہ ثم حکی سماعہ الشیخ تاج الدین الفزاری وغیرہ۔ ثم منہم امیر المؤمنین عمر بن خطاب نقلہ ابن عبد البر وابن طاہر فی صفوۃ التصوف ومنہم عثمان بن عفان نقل الماوردی فی الحاوی وصاحب البیان وغیرہما

تابعیوں نے بھی ۔ اور ہمیشہ حجاز کے لوگ ہمارے پاس مکہ میں ایام تشریق میں جس میں
اللہ نے ذکر کا حکم فرمایا ہے سنا کرتے تھے اور مدینہ والے بھی ہمارے زمانہ تک سنتے ہیں الخ ائمہ
اربعہ سے بھی صوفیہ نے جوازِ غنا کی روایتیں نقل کی ہیں لیکن فقہا نے حرمت کی

(بقیہ گذشتہ) انه کانت له جاریتان تغنیان له فاذا کان وقت السحر قال لهما امسکا فان هذا
وقت الاستغفار و منهم عبد الرحمن بن عوف رواه ابوبکر بن ابی شیبه و ابن عبد البر و المبرد و الزبیر
بن بکار و غیرهم و منهم ابو عبیدة بن الجراح رواه البیهقی و منهم سعد بن ابی وقاص رواه ابن قتیبه
فی کتاب الرخصة و منهم ابو مسعود البدری رواه البیهقی و منهم بلال المؤذن رواه البیهقی ایضا
و منهم عبد الله بن الارقم رواه ابن عبد البر و منهم اسامه بن زید رواه البیهقی و ابن عبد البر و منهم
حمزة بن عبد المطلب و قصته فی الصحیحین و منهم عبد الله بن عمر رواه ابن طاهر و ابن حزم و
ابن ابی الدنیا و منهم البراء بن مالک رواه ابونعیم الحافظ و ابن دقیق العید و منهم عمرو بن العاص
رواه ابن قتیبه و قد تقدم و منهم النعمان بن بشیر رواه صاحب الاغانی و صاحب العقد و
شارح المقنع و منهم حسان بن ثابت رواه صاحب الاغانی و منهم خوات بن جبیر و رباح بن المعترف
رواهما البیهقی و منهم عبد الله بن عمر رواه الزبیر بن بکار فی الموفقیات و منهم عائشة الصدیقة
وردت احادیث کثیرة فی سماعها ۔ (شرح احیاء) لے دیکھو شرح احیاء العلوم ۔ ٹ دیکھو شرح احیاء العلوم
تے بکسر اول و مد یعنے آخر میں ہمزہ بمعنی نغمہ راگ ۔ سرود خوانی یعنے راگ گانا (غیاث) و الغناء ککساء من
الصوت ما طرب به (قاموس) و فی الصحاح الغناء بالکسر من السماع و فی النهایة هو رفع الصوت
و موالاته (تاج) و فی الاصطلاح رفع الصوت المتوالی بالشعر و غیره علی الترتیب المرعی الخاص
فی الموسیقی (شرح احیاء) اصطلاح میں راگ آواز کو بلند و دراز و کوتاہ کرنا موافق قواعد مقررہ علم موسیقی
کے ہے ۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ راگ آوازِ خوش کا سننا ہے ۔ وہ دو قسم ہے ۔ ایک وہ کہ سمجھ میں آئے
جیسے اشعار اور ایک وہ کہ سمجھ میں نہ آئے جیسے جمادات و حیوانات کی آوازیں ۔ پھر موزوں آوازیں بلحاظ

روایتیں نقل کی ہیں، اور بہت ہی تشدد کیا ہے۔ چونکہ دونوں کی نیت بخیر ہے اسلئے دونوں ماجور ہوں گے۔ پہلا حکم خاص لوگوں کے لئے ہے جن کا نفس مطمئنہ ہے، دوسرا حکم عوام لوگوں کے لئے ہے جن کا نفس امارہ ہے۔ احادیث بھی اسی لحاظ سے جوا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اینہ مخارج کے تین ہیں (۱) وہ کہ جماد سے نکلیں جیسے مزامیر (بانسریاں) اور تاروں کی آوازیں اور لکڑی کی گت اور ڈھولکی کی آواز (۲) وہ کہ انسان کے گلے سے نکلیں (۳) وہ کہ حیوانوں کے گلے سے نکلیں جیسے بلبلوں اور قمریوں کی آواز اور آوازوں میں اصل حیوانات کے گلے ہیں کہ مزامیر کو انہیں کے مشابہ بنایا ہے۔ تاکہ صنعت خلقت سے مشابہ ہو جائے۔ اول مبدأِ فیاض نے تمام صنعتوں کو اختراع کیا پھر اس سے کاریگروں نے سیکھ کر خالق کی پیروی کی۔ حاصل یہ کہ ان آوازوں کا سننا حرام نہیں کیونکہ کسی کا مذہب نہیں کہ بلبل وغیرہ کی آواز سننی حرام ہے اور جماد و حیوان میں کچھ فرق ہے کہ حیوان کی آواز تو درست ہو اور جماد کی نادرست۔ ہاں جن باجوں سے شرع نے منع کیا ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں الخ۔ ؎ دیکھو کتب فقہ جن میں حرمت غناء و آلات صراحت سے ہے۔ لیکن شارح درمختار علامہ شامی نے لکھا کہ ان آلات لہو کی حرمت لعینہ نہیں بلکہ لغیرہ ہے چنانچہ صاحب درمختار کا یہ قول کہ ضرب نوبت تفاخر کے لئے جائز نہیں اور اگر تنبیہ کے لئے ہو تو لا باس بہ ہے" لکھ کر لکھتے ہیں اقول وھذا یفید ان آلۃ اللھو لیست محرمۃ لعینہا بل لقصد اللھو منہا اما من سامعہا او من المشتغل بہا وبہ تشعر الاضافۃ الا تری ان ضرب تلک الالۃ بعینہا حل تارۃ وحرم اخری باختلاف النیۃ والامور بمقاصدھا وفیہ دلیل لسادتنا الصوفیۃ الذین یقصدون بسماعہا امورا ھم اعلم بہا فلا یبادر المعترض بالانکار کی لا یحرم برکتہم فانہم السادۃ الاخیار امدنا اللہ تعالیٰ بامدادتہم واعاد علینا من صالح دعواتہم وبرکاتہم (الجلد الخامس من رد المحتار صفحہ ۲۴۳)

لہ جیسے جذامی سے دور رہنے اور اس کے ساتھ کھانے باختلاف اشخاص مختلف احادیث ہیں۔ ۱۲

غنا اور اس کے حرمت میں آئی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سماع کے وقت کا اعتبار کرکے

لہ رسالۂ سماع سے منقول ہے جس کے مصنف عارف باللہ ہمارے شیخ الشیوخ مولانا مولوی حافظ قاری حضرت میر شجاع الدین حسین برہانپوری مکی قدس سرہ ہیں۔ اور آپ کے جد امجد قاضی میر محمد ابراہیم صاحب قدس سرہ مواطن عشقیہ میں کہ ترجمہ اربعین مواطن کا جو تصنیف سے حضرت عبد الکریم جیلی قدس سرہ کے ہے اسطرح تحریر فرماتے ہیں اگرچہ اس سے قبل ہی کلمات کا اردو ترجمہ کرکے لکھا گیا لیکن یہاں اصل ترجمہ ہی نقل کیا گیا اس لئے کہ بیان سماع سابق میں اردو میں بیان ہو چکا ہے۔ وہو ہذا۔ کلمہ سماع ملقی از حق بحق بود بر طریق استماع و آں ذکر خفی باشد و مردم در سماع سہ قسم اند بعضے را حرکۂ طبیعی و بعضے را حرکۂ روحی و بعضے را حرکۂ رحمانی بود و ہر واحد از اہل سماع حرکۂ او یا از باعث رغبۃ یا رہبۃ بود و یا از باعث تہذیب تادیب یا از باعث عشق و شوق یا از باعث انس و بسط یا از باعث قبض و ہیبتہ یا از باعث علم الہامی یا از باعث وجود جلال یا از باعث شہود جمال یا از حصول کمال بود و ایں نہ قسم ست کہ مزید براں نبود پس سماع اول کہ باعث حرکۂ او رغبۃ یا رہبۃ ست از مواطن تفرقہ بود و سماع بعضے را در قسم اعمال بود و آں دہ ست صلوۃ و صوم و صدقہ و سہر و سکوت و عزلۃ و بکا و ندم و عفۃ و خدمۃ و بعضے را در قسم بدایات و آں ہم دہ ست تیقظ و توبہ و محاسبہ و انابۃ و تفکر و ذکر و اعتصام و فرار و ریاضۃ و سماع و بعضے را در قسم ابواب و آں دہ ست حزن و خوف و اشفاق و خشوع و اخبات و زہد و ورع و تبتل و رجا و رغبۃ فی اللہ یا فی الجنۃ ایں مراتب سماع متحرکیں باعث رغبۃ و رہبۃ ست خواہ حرکۂ آنہا طبیعی بود خواہ روحی علمی بود یا عینی و بیان حرکۂ اخراب بیاید انشاء اللہ تعالے و اما قسم ثانی کہ باعث حرکۂ او تہذیب و تادیب ست پس سماع آنہا نیز در مواطن تفرقہ ست پس بعضے را سماع در قسم معاملات بود و آں دہ بود رعایۃ و مراقبہ و حرمۃ و اخلاص و تہذیب بسلوک و بجذبات و استقامۃ و توکل و تفویض و ثقہ و تسلیم و بعضے را در قسم اخلاق و آں دہ ست صبر و رضا و شکر و حیا و صدق و ایثار و خلق و تواضع و فتوۃ و انبساط و بعضے را در قسم اصول و آں دہ ست قصد و عزم و ارادۃ و ادب و یقین و انس و ذکر و غنی و مقام مراد و بعضے را در قسم مخالفات و آں دہ چیز ست

بعد فراغتِ سماع اپنے حال کو ایک دو دن یا کم و بیش امتحان کرے کہ قبل سماع سننے کے اپنا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کہ نمی باشد مخالفۃ مگر در یکے ازآنہا واما در غیر آں پس مخالفۃ صحیح نبود و مخالفۃ در
نفس بارتکاب اہوال ممتنعۃ و از لذیذ احوال و دوام ریاضۃ بترکِ طعام و ترکِ منام و ترکِ کلام و احتمالِ
اذی از انام و مخالفۃ در مال بایثار یا حاجۃ و ترکِ سبب با فاقہ و مخالفۃ در اہل بترک ازواج و اولاد و نسیان
آبا و اجداد و اقارب و مخالفۃ در اسفار بترکِ اوطان و رحلۃ از آں و عدم تعیین بلدہ از بلاد برائے سفر و مخالفۃ
در حرکات و سکنات بی تاخر و ملال و کسل اگر نفس ارادہ قیام کند بنشیند و اگر قعود و قیام ہر دو ارادہ کند بخوابد
اما باید کہ در مخالفۃ مرتکبِ معصیۃ نشود یا اہمال در طاعت نکند و مخالفۃ در ریاستہ بترکِ جاہ و فعل آنچہ ساقط شود و حقیر
نماید در نظرِ مردم و ایں قسم از مخالفۃ یافتہ شود در چہار مواطن یکے فعلِ خیر باخفاء و عدمِ اظہارِ آں دوم اظہارِ
شر و عدمِ ارتکابِ آں سیوم ترکِ عادات و عدمِ موافقتِ اصحاب بطالۃ چہارم اختیارِ حرفہ ہائے دنیہ و مجانبۃ
با معتقدانِ صلاحِ خود و مخالفۃ در اصدقا بترکِ احباب و مہاجرۃ آشنایاں و اصحاب و مخالفۃ در اعدا
بتذلل و اظہارِ احتیاج و درگذر و احسان و مخالفۃ در حواسِ ظاہر در نظر و در سمع و در شم و در لمس و در ذوق
و مخالفۃ ذوقیہ شاملِ اکل و مشرب و مسکن و منکح و جمیع اقسام مذکورہ ست و مخالفۃ در امورِ قلبیہ کہ اصعبِ
مخالفات ست پس موافقۃ نکند نفس را در انشراحِ نفس در خطرۂ از خواطر تا زمانیکہ ہمتِ او مستقیم شود و خطور
نکند او را چیزے غیر از حق و مخالفات منحصر ست دریں دہ قسم مذکور اما ثالث کہ باعثِ حرکۃ او عشق و شوق ست پس
سماعِ او در مقامِ جمع بود و سماع بعضے را در قسمِ احوال بود و آں دہ ست محبۃ و غیرۃ و شوق و قلق و عطش و وجد
و دہش و ہیمان و برق و ذوق و بعضے را در فروع و آں دہ ست کلام با محبوب و سماع از محبوب و بشارۃ
و نذارۃ و توعید و تہدد و قرب و بعد و فراق و وصال اما رابع کہ باعثِ حرکۃ او انس و بسط ست پس سماعِ
او گاہ در مقامِ تفرقہ و گاہ در مقامِ جمع بود بعضے را در قسمِ اودیہ و آں دہ ست احسان و علم و حکمت
و بصیرۃ و فراست و تعظیم و الہام و سکینہ و طمانینۃ و ہمۃ و بعضے را در قسمِ فروع و قسمِ احوال کہ مذکور شدہ
و بعضے را از مشاہدۂ جمال اما خامس کہ باعثِ حرکۃ او قبض و ہیبۃ بود پس سماعِ او گاہ از مقامِ تفرقہ

ظاہر و باطن اطاعتِ الٰہی میں کس طرح تھا۔ اگر بعد سماع اطاعتِ ظاہری میں خلل

(بقیہ صفحہ گذشتہ) و گاہ از مقامِ جمع بود بعضے را در قسم اودیہ کہ مذکور شد و بعضے را در قسم نہایات کہ بیان
و بعضے را در قسمِ فروع و قسم احوال کہ گذشت و بعضے را از مشاہدۂ جلال آں سادس کہ باعثِ حرکۃ او علمِ الٰہی لہانیست
است پس سماع او گاہ در مقامِ تفرقہ و گاہ در مقامِ جمع بود بعضے را بحسب امور دارد ودر قسمِ نہایات و
آں دہ اند معرفۃ و فنا و بقا و تحقیق و تلبیس و وجود و تجرید و تفرید و جمع و توحید و بعضے را بحسب امور دارد دہ
در علمِ حقیقۃ و آں دہ قسم ست اول علمِ نسبۃ ما بینِ خلق و حق دوم علمِ جمعیۃ انسان سیوم علمِ افراد حق
چہارم علومِ اکوان از ملک و ملکوت پنجم علومِ اولیہ از خیری کہ متعلق بسوابق ست و آنچہ در ازل بود ششم
علومِ آخریہ از آنچہ متعلق بلواحق ست و آنچہ در ابد خواہد شد از احوالِ برزخ و قیامۃ و جنۃ و دوزخ و اعراف
و کثیب ہفتم علمِ تجلیاتِ افعال ہشتم علمِ محاضراتِ اسما نہم علمِ تجلیاتِ صفات دہم علمِ تجلیاتِ اسما و ذات
و جمیع علومِ حقیقۃ منحصر دریں دہ قسم ست و اما ورای آں نبود مگر علمِ خصوصیۃ کہ تعبیر از آں ممکن نبود و اما سابع
کہ باعثِ حرکۃِ او وجودِ جلال ست پس سماعِ او در مقامِ جمع بود فقط اگرچہ ممکن ست در مقامِ او سمع در مقام
تفرقہ پس بعضے را حرکۃ از اتصاف بصفۃِ جلالیہ بود و بعضے را حرکۃ در قسمِ ولایات بود و آں دہ اند لحظ
و وقت و صفا و سر و نفس و غربۃ و فرق و غیبۃ و تمکن اما ثامن کہ باعثِ حرکۃ او شہودِ جمال ست پس سماع
او در مقامِ جمع بود فقط پس بعضے را حرکۃ از اتصاف بصفۃ جمالیہ بود و بعضے را حرکۃ در قسمِ حقایق باشد
و آں دہ اند مکاشفہ و مشاہدہ و معاینہ و حیوۃ و قبض و بسط و سکر و صحو و اتصال و انفصال و اللہ سبحانہ
منزہ عن ذلک فی مقام التفرقۃ اما تاسع کہ باعثِ حرکۃِ او حصولِ کمال ست پس سماع او گاہ در مقامِ
تفرقہ گاہ در مقامِ جمع و گاہ در مقامِ جمع تفرقہ و گاہ در مقامِ جمع الجمع بود و ایں سماع مخصوص باصلا
ست و اہلِ آں دو قسم اند یا ذاہب فی الحق یا راجع من الحق الی الحق ایں جملہ اقسامِ سماع بر سبیلِ اجمال
و جمیع اقسامِ اہلِ سماع منحصر در سہ صنف ست واجد و متواجد و موافق و حرکاتِ آنہا منحصر ست در چہار

اہل سماع تین قسم

پڑھے مثلاً وقت سے نماز کو تاخیر کرکے پڑھے اور ترکِ جماعت یا عبادت میں سستی یا کذب

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مطلق یا از علم یقین بود یا از عین یقین یا از حق یقین یا از حقیقۃ یقین و
در صدر کتاب مذکور شد کہ اہل سماع چہار قسم اند ناسک و سالک و محب و مجذوب و حرکۃ طبیعی از لوازم بشری
ست مشتکان غالب حرکات آنہا طبیعی بود گویا حرکۃ طبیعی مخصوص مقام آنہاست اگر صادر شود از
آنہا حرکۃ روحی بحکم نادر ملحق شود دراں سماع بدرجہ سالکان از یں وجہ حرکۃ طبیعیہ گاہ صادر شود از
جاہل و گاہ از اہل طریق و فرق میان آنہا دریں باب می آید تا حرکۃ روحیہ پس لازم تصفیہ و خلوص از کدورات
نفس ست زیرا کہ روح قوی نشود مگر بضعف نفس و ظاہر نشود آثار روحی مگر بخفاء آثار نفسی و صدور ایں حرکہ
غالباً از سالکین بود پس اگر صادر شود از آنہا حرکۃ روحانی ملحق شوند دراں سماع بدرجہ عارفین و اما حرکۃ رحمانیہ
پس لازم فنا از امور خلقیہ و بقا بصفات الہیہ باشد و ایں حرکۃ مخصوص مجذوبین از عالم اکوان بجذبہ رحمانی
ست و مرداں دریں مقام بر اطوار مختلفہ باشند یکے مجذوب بسوے تجلیات افعال و دیگرے مجذوب تجلیات
صفات و یکے مجذوب بسوے تجلیات اسماء و دیگرے مجذوب بسوے تجلیات ذات یکے مجذوب فانی
و دیگرے مجذوب باقی و مجذوبی مستمع و مجذوبی مشاہد و مجذوبی واجد و مجذوبی محقق و مجذوبی کامل و مجذوبی
اکمل و حرکۃ طبیعیہ را دو علامت ست یکے علامۃ مخصوص اصحاب بطالۃ ست و سماع آنہا اگرچہ سماع بود
لیکن حرکۃ و نظر آں کس بسوے امر معین بالملاحظہ مقام معلوم از آنچہ مختص بامر حق یا لاحق بامر خلق باشد نبود
تا حرکۃ طبیعی محض بود و بیشتر آں بود کہ در نفوس محبۃ قدیمہ مستور ست بسبب استماع اغانی باقی نمی ماند نزد او
قصد از علم پس صادر میشود از وے حرکۃ طبیعیہ مشابہ بحرکۃ مرتعش بغیر اختیار پس ہرگاہ رجوع نماید بحل تمیز می یابد
در خود حرکتے کہ گمان میکند جاہل باحکام طریق آنرا از حرارۃ آتش محبۃ یا از شرر ہائے ندامت بر فوت طاعت
و ایں غلط بود بلکہ حرکۃ نفس بود بنا بر اشتعال آتش ہوا و ہوس مختلفہ و برائے ہمیں می باید بعد ازاں
ظلمت بود و نتیجہ ظلمت بود و ایں سماع مخصوص گرفتاران نفس ست و نتیجہ و طریق غیر از طریقے کہ وقت حرکۃ
با او نسبت و علامۃ دوم کہ مخصوص اصحاب بدایۃ از عوام طریق ست و آں آنست کہ باعث اول

وغیبت ولغو یا عقاید میں سے کسی عقیدہ میں شک پڑے یا کوئی صفت صفات ذمیمہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بر سماع شہود علمی از علوم توحید یا وجود حالی از احوال محبت بود پس انہماک نماید در آں
ایں شخص بالکلیہ تا کہ حرکت کند و او با خود بود از آں شہود علمی و وجود حسی پس تحرک کند بطبیعت نفس حرکت ضروری
بنا بر ضعف نفس از رجوع بعد انہماک پس نتواند کہ از حرکت باز ماند بعد فقدان تحرکی کہ سبب باعث اول بود۔
و مثل ایں شخص معذور بود برائے ضعف باطن او و شیخ او را نہی فرماید ظاہراً و امداد کند در خروج ازیں سماع
باطناً تا حرکت او روحی شود و صاحب ایں حرکت بعد رجوع بمقام تمیز انشراحی و زیادتی در محبت و حسنے در مقصد
یابد و ایں اگرچہ از اول اعلیٰ بود اما نزد قوم رضی اللہ عنہم غیر محمود بود و حرکت روحانیہ را دو علامت است یکے
مختص باہل حجاب از اصحاب طریق و آں بسبب ظہور سلطان محبت یا بطون احکام نقص بود در ہنگام ورود
علم لدنی آلہی بطریق الہام بر دل پس تحرک او برائے حسن تلقات بود و او ازیں حرکت بیخبر بود تا وجود
سبب حرکت خواہ از لوازم عشق و محبت بود خواہ از موارد علوم معرفت و شرط آں است کہ سکون نماید ہرگاہ آں
حال مستور شود و آں وارد برود و الا بعد ازاں حرکت او طبیعیہ بود جنید رضی اللہ عنہ تحرک کرد روزے از غلبہ
پس افتاد ثوبی از وے پس برداشت آں را بدست خود و سوال کردند او را ازاں معنی پس گفت حرکت
کردم بسبب غلبہ بعد ازاں رجوع کردم بنفس خود پس حیا آمد از حق سبحانہ کہ اظہار نمایم خلاف آنچہ براں
بودم پس برداشتم جامہ خود را و علامت دوم مختص باہل کشف است و آں آں است کہ حرکت از غلبہ روحانیہ بود
بسبب ظہور بارقی از سواطع یا شارقے از لوامع یا بسبب شہود حکمت ترتیب عالم یا بسبب کشف احوال ملکوت
اعلیٰ یا بنا بر اطلاع سر آلہی کہ ودیعت کردہ اند در نفس یا عقل یا روح یا بنا بر مشہود عالم جبروت یا مشاہدہ عرش
و کرسی و لوح و قلم و ملائکہ کروبین یا بنا بر اطلاع بر مناسبتی کہ انسان را باین عوالم است یا بنا بر سماع کلام
حق بے واسطہ و جہتہ یا بی واسطہ لیکن از جہتے یا بنا بر رجوع بازل بالحوق یا بدیا امثال آں از اسرار الٰہیہ و حکم
ربانیہ و حرکت رحمانی دو علامت دارد یکے ازاں اعلیٰ اما اولیٰ کہ مختص باہل فنا بحق و محو است آں باشد کہ
حرکت بندہ شدہ بود بغیر اعتقاد حیز و حلول و فنج و اتحاد و شبہ را دریں حرکت بنفسہ علم نمود پس منسوب نمود ایں
حرکت بنفس او و ہیچ وجہ و سماع ایں مرد یا از وجود ذات یا شہود صفات یا غیبت در فنا فعل حقیقی از فعل

میں سے مثل حقد و حسد و بغض و کینہ و بدگمانی دل میں پیدا ہووے تو سمجھے کہ زہر

(بقیہ صفحہ گذشتہ) در جمیع حرکات و سکنات و اما ثانیہ کہ مختص اہل بقا و اتصاف و تحقیق ست آں باشد کہ حرکۃ باطنیۃ بود از منسوب بعید بود و سماع ایں کامل در اتصافات رحمانیہ یا مراتب کمالات انسانیہ بود و ایں اعلٰے طبقات سماع ست۔ راقم الحروف معروض میدارد کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی کہ از اجلہ علمائے شافعیہ و صاحب کشف و خوارق ست از شیخ خود شیخ علی خواص کہ از اجلہ مکاشفین بود در کتاب منن آورد کہ شیخ او فرمود سماع را اثر کبیرست در ورود حقایق و اولیا سماع کنند از هبوب ریاح و تمایل اشجار و آواز آب و پرجا بوز و آواز در وطیور و تار و طنبور و انین حزین و صایح و نوحہ نایح و علما را دریں باب کلام بسیار ست و امام حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی مع لفہ دریں باب تالیف نمودہ و اقوال قائلین تحریم را نقض فرمودہ و نقلہ حدیثے را کہ موہم تحریم ست جرح کردہ و استدلال بر اباحت سماع و لے و دف و اوتار با حادیث صحیحہ نمودہ و دف را مسنون شمردہ و شیخ عبدالغفار قوصی گفت کہ خواندم ایں کتاب را بر حافظ شرف الدین دمیاطی و اجازت داد او مرا و جماعہ دیگر را از حافظ ابی طاہر سلفی اصفہانی بسماع او از مصنف و گفت فرق نے در سماع صوت بلبل و سماع صوت اوتار در اباحت و سید ابو محمد ہاشمی را از سماع پرسیدند گفت در سنہ سبعین و ثلاثمائۃ در خانہ شیخ ما ابوالحسن تمیمی دعوتے بود و شیخ ابوبکر ابہری شیخ مالکیہ و شیخ ابوالقاسم دارکی شیخ شافعیہ و شیخ طاہر بن الحسین شیخ حدیث و ابوالحسن بن سمعون شیخ وعاظ و زہاد و ابن مجاہد شیخ متکلمین و ابوبکر باقلانی و ابوالحسن شیخ حنابلہ حاضر بودند شخصی خوش آواز را گفتند کہ برائے ما چیزے بخواں پس بخواند شریف ہاشمی گفت کہ ہرگاہ من سماع ایں شیوخ دیدہ باشم ممکن نیست فتوے بمنع سماع کہ اینہا مشایخ عراق اند اگر ستفتی بر اینہا مفتد کیست کہ فتوی دہد در حادثہ و شیخ عبدالرحیم قناوی و شیخ ابوالحجاج الاقصری و ایشاں از مردان خدا سماع میکردند و رقص می نمودند مانند رقص جمل و بعضی ازاں ادرامی بود و می گفت یا حبیبی یا حبیبی و شیخ عزالدین بن عبدالسلام بسماع اشعار قوم اہتزاز و تواجد میکرد و شیخ عمر بن الفارض از کنیزکان خود تمام شب بدف سماع نمودہ و احوال سادات وفائیہ و غیر ایشاں در سماع مشہور ست۔ تمام شد ترجمہ کلام شعرانی در منن ۱۲

شیریں پیا تہا جس کا اثر معدہ میں پہونچکر ظاہر ہوا۔ اور اگر بعد سماع[1] حرص طاعتِ الٰہی اور
اعمالِ صالحہ پر ہووے مثل نماز و روزہ و تسبیح و تہلیل اور عبادتِ الٰہی سے اُنس ہووے اور
محبتِ خلق سے اور کلامِ لغو سے وحشت پیدا ہووے یا عقیدۂ باطن میں یقین زیادہ ہووے
یا دل میں کوئی صفتِ حمیدہ مثلِ خشوع و خضوع و رقت و لینت و نصیحتِ خلق و حُسن
ظن سے متصف ہووے جانے کہ جوارش کہایا تہا۔ بعد معدہ میں پہونچنے کے اُسکا نفع
ظاہر ہوا۔ چنانچہ بیمار و تندرست میٹہا اور حلوا کہانے کے وقت لذت میں برابر ہیں بلکہ
بیمار کو بہی بسبب پرہیز کے تندرست سے زیادہ لذت ملیگی لیکن جب ہضم ہوگا تندرست کو
قوت پر قوت زیادہ ہوگی اور بیمار ہلاکت کے قریب ہوجائیگا۔ چونکہ ہر ذی روح کا میلان
طبعی طور پر آوازِ خوش سننے کے لئے ہے اور جب آواز غنا کے قاعدوں سے مقید ہوتی ہے تو بہت
دلکش ہوجاتی ہے۔ اور عوام آدمی جو صفاتِ حیوانیہ میں مبتلا ہیں تو اُن کی روح بہی صفاتِ
حیوانیہ سے ملوث ہوکر حیوانیت کو اور ترقی ہوتی اور شہوت پر شہوت زیادہ ہوتی ہے اور
جس کسی کے صفاتِ حیوانیہ انسانیت سے بدل گئے ہوں تو وہی صفات روح کے

[1] ممشاد دینوری نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکہا اور عرض کیا کہ اس راگ میں سے آپ کچہ برا جانتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس میں سے کچہ برا نہیں جانتا مگر اُن سے کہدینا کہ اُس سے پیشتر قرآن پڑہا کریں اور ختم کے بعد قرآن ہی پر تمام کیا کریں (احیاء و قوت القلوب و عوارف) ۱۲

ہمراہ ہو کر اُس آواز کی طرف میلان کرتی ہیں اور قوتِ روح سے تقویت اور لذت پاتی ہیں تو انسانیت سے درجہ بدرجہ ترقی کر کے ملکیت تک پہونچتی ہیں اور اُس لذت سے بھی بے پروا ہو جاتی ہیں لیکن یہ مرتبہ اُسی شخص کا ہے جو تزکیہ تام کر کے زمرہ میں قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا کے داخل ہو گیا ہو۔ اور بشارتِ فَبَشِّرْ عِبَادِيَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ سے مبشر ہوا ہو۔ لیکن عوام الناس جو شہوتِ نفس میں گرفتار اور سیاستِ نفس کے لئے مامور ہیں اُن کے حق میں تفریحِ[1] نفس سوائے معصیت و سرکشی کے اور کچھ نہ بڑھایگا۔ تو جب تک کہ درجہ خواص حاصل نہ ہووے ان مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرے تا مکرِ شیطان و شہواتِ نفس سے بے فکر رہے۔ انتہٰے ملخصاً۔ بعد وعیدِ اعداء حالِ اولیاء بیان فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۙ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ

[1] ایام عید و جہاد و نکاح میں غنا جو جایز رکہا گیا ہے اُس کا یہ سبب ہے کہ عیدِ فطر میں ایک مہینے روزے رکہنے کے بعد اور عیدِ اضحٰے میں بعد ادای مناسکِ حج کے اور جہاد میں بسبب خوف ہلاک کے تو یہ تینوں مقاموں میں کسی شخص کو بہی خاص و عام سے ضرر متصور نہیں ہو سکتا بلکہ تہوڑی سی تفریح ہوتی ہے جس سے وہ تعب و مشقت دفع ہو کر آرام ملتا ہے۔ جہاد میں خوف دور ہو کر چست و چالاک ہو جاتا ہے اور داد شجاعت دیتا ہے۔ اور نکاح میں دفع حزن کے لئے جو دلہن کی جدائی میں والدین و اقربا کو حاصل ہوتا ہے (رسالہ سماع) جنّٰت النعیم جنات کی اضافت نعیم کی طرف اس لئے ہے کہ جنات نعمتوں پر شامل ہیں اُسکی نظیر کتب الفقہ ہیں ہے۔ اور یہ جملہ خبر اِنّ ہے۔ وعد اللہ مصدر مؤکد لنفسہ ہے یعنی وہ مثل نفس ہے جو جملہ صریحہ اسکا ہم معنی ہے یعنی لھم جنّٰت النعیم۔ کیونکہ اسمیں وعدہ صریح ہے۔ حقّاً یہ بہی اُسی جملہ کا

عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ
وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝ هَٰذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي
مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۚ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ع بے شک جو لوگ

ع ۱۱ ۱۰ النصف

ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے نعمت کے باغ ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وعدہ (ہو چکا) اللہ کا سچا۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ اُس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا کہ انہیں تم دیکھتے ہو اور اُس نے زمین میں بلند پہاڑ رکھے تاکہ وہ (زمین) تمہیں جنبش نہ دے اور اُس میں ہر طرح کے جاندار پھیلائے۔ اور ہم نے آسمان سے پانی اُتارا پھر اُس میں ہم نے ہر قسم کے عمدہ (نباتات) اُگائے۔ یہ اللہ کی خلقت ہے پھر تم مجھے دکھلاؤ جو اُس کے سوا ہیں اُنہوں نے کیا پیدا کیا ہے۔ بلکہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں۔ نیک بختوں کے ثواب کا ذکر فرما کر خود کو غالب و حکیم فرماتا ہے۔ پھر اپنی حکمت و عدل سے جسے جو چاہا دیا۔ پھر اپنا غالب و حکیم ہونے کا بیان اجرام علویہ اور

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مصدر موکد ہے۔ لیکن اسے مؤکد لغیرہ شمار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ہر وعدہ فی نفسہ حق نہیں ہوتا۔ رَوَاسِی۔ رسا الشی یرسو ثبت وارساہ غیرہ قال وقل ور راسیات وقال رواسی شامخات ای جبالا ثابتات والجبال ارساھا۔ (مفردات) اَن تَمِیدَ۔ کراھۃ ان تمید ولئلا تمید ای تضطرب۔ زَوج۔ صنف اسکا بیان اول سورۂ شعراء میں گذرا۔ ھٰذا۔ ای ما ذکر من سائر الامور المعدودۃ۔ فَاَرُونِی۔ فا جواب شرط مقدر میں واقع ہے۔ ای اذا علمتم ذلک فارونی ۱۲۔

اجسامِ سفلیہ کے تخلیق سے ظاہر کر کے فرماتا ہے کہ اسکو اللہ نے بنایا ہی تمہارے بتوں نے کیا بنایا اسے دکہلاؤ۔ یہ امر تعجیز و تبکیت ہی یعنے وہ ہرگز کچہہ بہی نہیں پیدا کرسکتے اسی لئے فرمادیا۔ بلکہ یہ ظالم کہلی گمراہی میں ہیں۔ بعد بیانِ[1] اہل ضلالت اہل ہدایت و حکمت کا ذکر فرماتا ہی۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ

[1] یہی ربط ہی کہ جب شرک کا بطلان بطورِ عقل ہو چکا تو اب اُس کا بطلان بطورِ نقل فرماتا ہی۔ لقمٰن۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ حضرت لقمان غلام تھے اور داؤد علیہ السلام کے زمانے میں قاضی تھے اور نبی نہ تھے (ابن کثیر) الحکمۃ۔ ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ "حکمت عقل و فہم فطنت کو کہتے ہیں" راغب نے کہا ہی معرفۃ الموجودات و فعل الخیرات۔ علامہ رازی نے کہا ہی عبارۃ عن توفیق العمل بالعلم۔ اور جو حکمت کی اسطرح تعریف کیجے کہ جس میں حکمتِ الٰہی بہی داخل ہو جائے تو یوں کہنا چاہیے۔ حصول العمل علےٰ وفق المعلوم۔ اکثر حکما اسکی تعریف اس طرح کرتے ہیں الحکمۃ معرفۃ حقایق الاشیاء علیٰ ماھی علیہ بقدر الطاقۃ البشریۃ۔ لقمان کے بعضے اقوالِ حکمت یہ ہیں (۱) جس کے دلمیں واعظ ہوگا۔ اللہ اُسکا حافظ ہوگا (۲) جو اپنے نفس کا آپ انصاف کریگا اللہ اُسے عزت و حرمت دیگا۔ (۳) اللہ کی طاعت میں ذلت معصیت کی عزت سے بہتر ہی (۴) اے بیٹے قرض سے بچنا اسمیں دن کو ذلت رات کو غم و حزن ہی (۵) اے بیٹے اللہ سے اسطرح امید رکہہ کہ جو تجھے اُسکی معصیت پر دلیر نہ کردے۔ اور اسطرح کا خوف رکہہ کہ جو تجہے اُس سے ناامید نہ کردے (۶) جہوٹا بے عزت رہتا ہی۔ بدخلق غمگین رہتا ہی (۷) طبیعت پر سب سے زیادہ گراں بُرا ہمسایہ ہی۔ مزہ میں سب سے کڑوا مزہ محتاجی کا ہی۔ (۸) اے بیٹے موتے کی مجلس میں شریک ہو اور شادی میں نہ جا۔ اس لئے کہ وہ آخرت یاد دلاتی ہی۔ اور اس سے دنیا کی محبت ہوتی ہی (۹) اے بیٹے شکم سیر ہو کے بعد پہر سیر نہو۔ اُسکے کہانے سے کتے کو ڈالدینا بہتر ہی (۱۰) نہ تو اسقدر شیریں ہو کہ لوگ نگل جائیں نہ اسقدر کڑوا کہ تہوک دیں (۱۱) اے بیٹے وہی بات کر جو تجہے نفع دے ورنہ خموشی میں سلامتی ہی

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِيْدٌ ۝ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ

بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ اور بیشک البتہ ہم نے لقمان کو حکمت دی (اور

انھیں حکم دیا) کہ تم اللہ کا شکر کرو۔ اور جو شکر کرتا ہے تو وہ اپنے لئے ہی شکر کرتا ہے۔ اور

جو ناشکری کرتا ہے تو بیشک اللہ بے پروا اور سزاوارِ حمد ہے۔ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے

سے کہا اور وہ انھیں نصیحت کرتے تھے کہ بیٹا اللہ کے ساتھ شرک نہ کر۔ بیشک البتہ شرک

بڑا ظلم ہے۔ یعنے ہم نے لقمان کو حکمت یعنے سمجھ اور علم دیا۔ کہ اللہ کا شکر کرو۔ اور جو اللہ کا

شکر کریگا وہ اپنے ہی نفس کے لئے شکر کرتا ہے۔ یعنے شکر کا فائدہ کہ نعمت کا باقی رہنا اور زیادہ

ہونا۔ اور آخرت میں جنت و دیدار سے مشرف ہونا یہ سب اُسی کے لئے ہے۔ اور کفر کا ضرر

بھی اُسی کی جانب عاید ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ بے پروا ہے نہ اُسے کسی کے شکر کی احتیاج

یعظہ جملہ حالیہ ہے۔ اور وعظ کے معنے راغب نے کہا زجر مقارن بتخویف۔ اور خلیل نے کہا ھو التذکیر بالخیر فیما یرق لہ القلب۔ لہ لقمان ایک حبشی غلام بڑھئی تھے ایک روز ان کے مالک نے ان سے کہا کہ بکری ذبح کرکے میرے واسطے دو عضو پاک نکالو۔ پس آپ نے اسکی زبان و دل نکالکر کہا مالک نے امتحان کے واسطے پھر ایک بکری انکو ذبح کرنیکو دی اور کہا کہ دو عضو خبیث جدا کرو تو بھی لقمان نے زبان و دل علٰحدہ کیا۔ پس مالک نے پوچھا کہ تمنے خبیث و لطیف دونوں کو ایک ہی قرار دیا۔ لقمان نے کہا کہ یہی دونوں عضو ایسے ہیں کہ اگر پاکیزہ رکھی جائیں تو ان سے لطیف کوئی نہیں۔ اور اگر انکو خباثت میں ڈالا جائے تو ان سے زیادہ خبیث بھی کوئی نہیں (ابن جریر)
لہ لقمان کو اس حکمت کا عطا کرنا خلقی ہے یا یہ کہ اسوقت کے پیغمبر کے ذریعہ سے حکم ہوا ہو یا خود انھیں الہام ہوا ہو
لہ جواب شرط محذوف ہے یعنی ومن کفر فضرر کفرہ عاید علیہ۔ اس جواب کے قائم مقام فان اللّٰہ غنی ہے ۱۲

حکایت لقمان　　تعریف وعظ

نہ اُسے کسی کے کفر سے ضرر۔ اور مستحق حمد ہے اگرچہ کوئی اُسکی حمد نہ کرے۔ لقمان کے بیٹے کا نام ثاران
تھا۔ چونکہ آدمی اپنے بیٹے پر نہایت محبت و شفقت کرتا ہے تو اُسے وہی بات بتلائیگا جو سب سے
بہتر اور اچھی ہو۔ اسی لئے لقمان نے پہلے اپنے بیٹے کو شرک سے منع کیا جب[1] اللہ تعالیٰ
نے باپ کی وصیت بیٹے کو جو شکر منعم اول کے لئے تھی جس کے ایجاد میں کوئی شریک نہیں
ہے بیان فرمایا اس کے بعد لڑکے کو اپنے باپ کے لئے جو منعم ثانی نسبت وجود میں ہے
وصیت بیان فرمائی۔ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ
وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ

أَنِ — نافع و مکی و ابو عمرو کسائی وصل میں ساتھ ضم نون کے

[1] اللہ تعالیٰ نے اکثر جگہ قرآن مجید میں اپنی عبادت کے بعد والدین سے احسان کرنے کے لئے فرمایا ہے۔

وھنا۔ ای ضعفا والمصدر حال من امه بتقدیر مضاف ای ذات وھن۔ یعنے وھنا کو ام سے حال
ڈالا جائے تو معنے یہ ہوے کہ عورت باوجود ضعیف الخلقت ہونیکے حمل کی حالت میں ضعف پر ضعف اٹھاتی ہے
اور اگر یہ بچہ کا حال ہے تو معنے یہ ہیں کہ جب وہ پیٹ میں بہت ضعیف ہوتا ہے تو اپنے پیٹ میں اُٹھائی رہتی ہے۔
وفصاله۔ ای فطامه و ترك ارضاعه۔ في عامين۔ ای في انقضاء عامين ای في اول زمان
انقضائهما۔ ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے اور یہی مذہب امام شافعیؒ امام احمد
و صاحبین کا ہے اور مختار طحاوی ہے اور امام مالک سے بھی روایت کی گئی ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے
ہیں کہ مدت رضاعت جس سے کہ حرمت ثابت ہوتی ہے تیس مہینے ہیں اس قول الٰہی سے جو وحمله
وفصاله ثلثون شهرا ہے۔ اس سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کو بیان فرما کے ان
دونوں کی مدت مقرر کر دی تو یہ مدت ہر ایک کے لئے پوری ہوگی۔ وان جاهداك۔ یہ آیت اور
اسی کی نظیر وہ آیت جو سورۂ عنکبوت میں گذری سعد بن ابی وقاص اور انکی ماں کے شان میں نازل ہوئی۔ ۱۲

عَلٰٓی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا
مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اور ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے حق میں (نیکی کا) حکم دیا۔ اُسے اُسکی ماں نے مشقت پر مشقت اٹھا کر پیٹ میں رکھا اور اُس (بچہ) کا جدا ہونا دو سال میں ہے یہ کہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر کر میرے ہی جانب لوٹکر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ اُس چیز کو شریک کرے کہ جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان دونوں کی اطاعت نکر اور دنیا میں اُن کے ساتھ اچھی طرح رہ اور اُسکی راہ چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔ پھر میری طرف تمکو لوٹ کر آنا ہے۔ پس میں تمہیں آگاہ کرونگا جو تم عمل کرتے تھے۔ اللہ تعالے نے ان جیسی آیتوں میں اپنی عبادت کے بعد اطاعت والدین کا حکم فرمایا اور فرزند کو اُسکی والدہ کی مشقت جو اُس کے ضعف کی حالت میں اسکی پرورش کے لئے اٹھاتی ہے یاد دلایا۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے حقِ ذاتی کو اصل اور حقِ والدین کو فرع ہونا بیان فرمایا اسی لئے حدیث میں ہے کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری نہ چاہئے۔ ہاں اگر اسکے والدین کافر ہوں تو بھی کھانے پینے کی ضروریات سے اُنکی خبرگیری کرے اور کسی قسم کی ایذا نہ دے۔ مسئلہ چاروں امام متفق ہیں کہ رضاعت سے وہ ناتے

مسئلہ رضاعت

لہ میزان شعرانی لیکن ظاہر قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ڈھائی برس ہے۔ لیکن بسبب قوت دلیل کے صاحبین کے قول پر فتوے دیا گیا (بحر الرائق) مفتی کو چاہئے کہ وقت فتویٰ کتب فقہ سے تحقیق کرے ۱۲

حرام ہوتے ہیں جو نسب سے ہوتے ہیں اور حرمت رضاعت دو برس یا اس سے
کم میں ثابت ہوتی ہے۔ جب آخر آیت میں اپنی ذات مقدس کو کمال علم سے موصوف
فرمایا تو اسی کے مناسب لقمان کی وصیتوں کو بیان فرماتا ہے۔ یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ
مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ
بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ بیٹا بیشک اگر وہ (برائی) رائی کے دانہ برابر ہو پھر
کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں یا زمین میں ہو تو اسے اللہ (حساب کے لئے) حاضر کردیگا۔
اس لئے کہ اللہ باریک بین باخبر ہے۔ اسمیں اشارہ ہے کہ کسی شے کا مخفی ہونا یا اس کے
بہت ہی چھوٹے ہونے سے۔ یا حجاب میں ہونے سے یا دور ہونے سے یا اندھیرے میں
ہونے سے ہوتا ہے تو اللہ سے کسی طرح کوئی شے مخفی نہیں رہ سکتی اسی لئے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ
لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ۔ جب لقمان نے اپنے بیٹے کو شرک سے منع کیا اور علم الٰہی اور اسکی قدرت
سے ڈرایا تو اب مکارم اخلاق و عبادات کا حکم کرتے ہیں جس میں پہلے نماز ہے۔ اور جس سے

یٰبُنَیَّ سوائے حفص کے سب قرار ساتھ کسرا کے
مثقال نافع ساتھ ضم لام کے

لطیف۔ اللطیف اذا وصف به الجسم فضد الجثل وهو الثقيل تقال شعر جثل ای کثیر ويعبر باللطافة
واللطف عن الحركة الخفيفة وعن تعاطي الامور الدقيقة وقد يعبر باللطائف عما لا تدركها الحاسة
ويصح ان يكون وصف الله تعالى به على هذا الوجه وان يكون لمعرفته بدقائق الامور وان يكون
لرفقه بالعباد في هدايتهم قال تعالى الله لطيف بعباده ۱۲ سلے ای ان المظلمة والخطيئة۔ ۹
جوز بعضهم ان يكون الضمير في قوله انها ضمير الشان القصة وجوز على هذا رفع مثقال الخ (ابن کثیر) ۱۲

تعظیم معبود حق مقصود ہی اور اُس کے بعد امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہی جس سے شفقت
علی خلق اللہ کی تکمیل ہوتی ہی جس طرح فرماتا ہی۔ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ
وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ بیٹا نماز کو
قائم رکھ اور اچھے کام کا حکم کر اور بُرے کام سے منع کر اور اُس (مصیبت) پر جو تجھے پہونچے
صبر کر۔ بیشک یہ بڑے کاموں میں سے ہی۔ چونکہ نیکیوں کا حکم کرنے اور بُرائیوں سے
منع کرنے میں اکثر عوام دشمن ہوجاتے ہیں۔ اور آدمی پر مصیبت پیش آتی ہی اس لیے
فرمایا کہ جو کچھ پہونچے اُسپر صبر کر۔ اس لئے کہ یہ کام عالی ہمتوں کے ہیں۔ اور اعلیٰ مرتبہ
والوں کے شایاں ہیں جب اپنے بیٹے کو اپنی ذات میں کامل اور دوسری کو
کامل کرنے کے لئے حکم فرمایا تو اب دو باتوں کا خوف تھا ایک تکبر کا سبب تکمیل غیر کے
دوسرے فخر ذاتی کا سبب کمال نفسی کے اس لئے فرمایا۔ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ
لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ اور

عزم الامور۔ ای من معزومانہا من عزم الامر بالنصب اذا قطعہ قطع ایجاب والزام۔ ومنہ
العزیمۃ خلاف الرخصۃ۔ ۱ ومن عزم الامر بالرفع ای جلّ (نیشاپوری) ولا تصعر۔ الصعر
میل فی العنق۔ والتصعیر امالتہ عن النظر کبرا (مفردات) واصل الصعر داء یاخذ
الابل فی اعناقہا او رؤسہا حتی تلتفت اعناقہا عن رؤسہا فشبہ بہ الرجل المتکبر الخ
(ابن جریر) ۱۲—

اپنا رخسارہ لوگوں سے نہ موڑ اور زمین میں اکڑ کر نہ چل اس لئے کہ اللہ ہر اترانے والے فخر کرنیوالیکو پسند نہیں کرتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب لوگ تجھسے باتیں کریں تو تکبر نہ کر اور انھیں حقیر سمجھ کر اپنا منہ نہ موڑ جب اترا کر چلنے سے منع فرمایا تو اب جو چلنے کی ضرورت ہو تو متوسط چال جو نہ سرعت سے ہو نہ سستی سے بلکہ درمیانی چال کے لئے حکم فرمایا اسی طرح بات کرنے کے لئے بھی وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ع اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست کر البتہ آوازوں میں سے بہت بُری گدھوں کی آواز ہے گدھے کی آواز سے تشبیہ دینا اُسکی مذمت پر دال ہے اور بے ضرورت و بے فائدہ آواز بلند کرنی مکروہ ہے چنانچہ

ع ۸

لہ بروایت علی بن ابی طلحہ اور مالک زید بن اسلم سے اور اسیطرح مجاہد و عکرمہ وغیرہم سے (مختصراً ابن کثیر) مختال۔ ای معجب فی نفسہ فخور ای علی غیرہ (ابن کثیر) الحمیر جمع الحمار۔ لہ گدھے کی آواز میں یہ بھی ایک بُرائی ہے کہ اگر گدھے کو سخت تکلیف دی جائے یا مار ڈالا جائے تو نہیں چلاتا۔ اور بے ضرورت چلاتا ہے بخلاف دوسرے حیوانات کے۔ (فائدہ) امر میانہ روی پر آواز پست کرنے کو جو عطف کیا گیا ہے اُس کا یہ سبب ہے کہ حیوان اپنے مطلوب کی طرف چل کے جاتا ہے اور جو اُس سے عاجز ہوا تو آواز کرتا ہے اور یہ بھی ہے کہ انسان کو قلب اور زبان اور جوارح واعضا ہیں۔ اصلاحِ قلب کا اشارہ اِنْ تَكُ مثقال الخ میں توسط فی افعال الجوارح کا اشارہ واقصد فی مشیك میں۔ توسط فی الاقوال کا واغضض من صوتك میں ہے (نیشاپوری) ۱۲۔

آجکل کے مقلدین نصاریٰ کی عادت ہے. رسول[لہ] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے فضل کی درخواست کرو. اور جب تم گدہے کا رینگنا[لہ] سنو
تو اللہ کے ساتھہ شیطان سے پناہ مانگو کیونکہ گدہے نے شیطان کو دیکھا ہے جب بیان
فرمایا کہ معرفت صانع حکمت کے بھی موافق ہے اگرچہ تعبّد محض ہی ہوتی تو اسکا قبول کرنا
لازم تھا اب تو موافق معقول بھی ہے اس لئے پھر دوبارہ استدلال ساتھہ امور مشاہدہ کے جو
آفاقی اور انفسی ہیں اسطرح کرتا ہے. اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۗ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ (اے لوگو) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے
کام میں لگا دیا ہے اس چیز کو جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور تم پر اپنی ظاہری و
باطنی نعمتیں پوری کردیں. اور آدمیوں میں سے بعض وہ ہے جو اللہ (کی شان) میں بے
علم و بے ہدایت و بے روشن کتاب کے جھگڑتا ہے. اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو آگاہ فرماتا
ہے کہ ہم نے تمھیں دنیوی و اخروی نعمتیں دیں اور تمھیں ظاہری و باطنی نعمتوں سے
بھرپور کردیا یعنے رسولوں کو بھیجا کتابیں اتاریں ہر طرح کا شک و شبہ دور کردیا پھر
بھی تمام لوگ ایمان نہ لائے بلکہ بعض تو توحید الٰہی و رسالت نبی میں جھگڑتے ہیں. یہ

ع ۲۰ / ۱

نِعْمَۃً مکی وابن عامر وشعبہ وحمزہ وکسائی ساتھہ سکون عین اور تا کے

لہ صحاح ستہ سوای ابن ماجہ کے (ابن کثیر) لہ فعل لازمی ہے یعنے گدہے کا بولنا (فرہنگ آصفیہ) ۱۲

ناحق کا جھگڑا ہی جس کے لئے عقلی اور نقلی کوئی دلیل نہیں بعد ظہور دلائل وحدانیت
کے بھی جو بعض لوگ صرف تقلید سے شرک کرتے ہیں انکی تنبیہ کرتا ہے۔ یعنے کوئی بھی دلیل
ان کافروں کے پاس نہیں انکا مجادلہ صرف تقلیدی ہے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ
اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ اور جب ان سے کہا جاتا ہی کہ اسکی پیروی کرو جو اللہ نازل فرمایا
تو کہتے ہیں بلکہ ہم اسکی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہی۔ (کیا انہیں
کی پیروی کریں گے) اگرچہ شیطان انھیں دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو۔ اس میں
اس تقلید کی مذمت ہی جو مخالف قرآن وحدیث ہو۔ اور جو موافق قرآن وحدیث ہو وہ
عین اتباع شریعت ہی۔ پھر مومن وکافر کا حال تفصیل سے بیان فرماتا ہی۔ وَمَنْ يُّسْلِمْ
وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ

لہ ومعناہ ایتبعونہم ولوکان کذا (نیشاپوری) العروۃ۔ مایتعلق بہ من عراہ ای ناحیتہ
وذلک علی سبیل التمثیل (مفردات) دستاویز محکم (غیاث) العروۃ الوثقی قول لا الہ الا اللہ وھو
علی المثل واصل العروۃ من الشجر مالہ اصل باق فی الارض کالنصی والعرفج واجناس الخلۃ والحمض
فاذا امحل الناس عصمت العروۃ الماشیۃ۔ ضربہا اللہ مثلا لما یعتصم بہ من الدین فی قولہ فقد
استمسک بالعروۃ الوثقی۔ (تاج العروس) اصل عروہ کے معنے اس جڑ کے ہیں جو زمین میں باقی رہجاتی
ہے پھر جب لوگوں پر قحط کا زمانہ آتا ہی تو جانور ان جڑوں کو کھا کر بچ جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالے نے دین کی مثال
اس سے دی۔ کہ جو اس دین میں داخل ہوتا ہی اللہ تعالی اُسے عذاب سے بچاتا ہی۔ بالعروۃ الوثقی قال

الْاُمُوْرِ ○ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۚ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۚ اِنَّ 31

اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ 31

اور جو اپنا منہ اللہ کی طرف متوجہ کردے اور وہ نیک کام کرنے والا ہو تو بیشک اُسنے مضبوط دستاویز کو پکڑ لیا۔ اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کا انجام ہے۔ اور جو کوئی کفر کرے تو (اے نبی) تمہیں اُسکا کفر غمگین نہ کرے۔ ہماری ہی طرف انکا لوٹنا ہے پھر ہم بتادیں گے جو کچھ انہوں نے کیا اس لئے کہ اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے ہم انھیں (دنیا میں) تھوڑا فائدہ دیں گے پھر ہم انھیں سخت عذاب کی طرف مجبور کریں گے۔ یعنی جو اللہ کی طرف پوری طور سے متوجہ ہوا اور اُسکا ظاہر و باطن یکساں ہوگیا تو اب وہ اللہ سے ایک مضبوط عہد لے لیا کہ وہ اسے عذاب نہ کریگا۔ اور چونکہ جمیع امور کا انجام اللہ کی طرف ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ابن عباس لا الٰہ الا اللہ (ابن جریر)۔ قلیلا۔ ای تمتیعا قلیلا یعنی انصبه علی المصدریة لانه صفة مصدر مقدر۔ او زمانا قلیلا ای علی الظرفیة لانه صفة زمان مقدر (خفاجی)

نضطرهم الی۔ وقد اضطر الی الشیئ ای ألجی الیه (مختار) والاضطرار حمل الانسان علی ما یضره وهو فی التعارف حمله علی امر یکرهه۔ وذلك علی ضربین احدهما اضطرار بسبب خارج کمن یضرب او یهدد حتی یفعل منقادا او یوخذ قهرا فیحمل علی ذلك کما قال ثم اضطره الی عذاب النار ثم نضطرهم الی عذاب غلیظ ثم یضطره۔ والثانی بسبب داخل وذلك اما بقهر قوة له لا ینال له بدفعها هلاك كمن غلب علیه شهوة خمر او قمار واما بقهر قوة ینال له بدفعها الهلاك كمن اشتد به الجوع فاضطر الی اكل میتة وعلی هذا قوله فمن اضطر غیر باغ۔ فمن اضطر فی مخمصة وقال امن یجیب المضطر اذا دعاه فهو عام فی كل ذلك (مفردات)

تو اس شخص کی بھی انتہا رحمتِ الٰہی کی جانب ہوگی۔ بعد حال مسلمان کے کافر کا حال
بیان فرماتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ انکا مرجع ہماری طرف ہے ہم انکے
برے اعمال کا بدلہ دینگے کیونکہ اللہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے۔ پھر کافروں کے
وبالِ تکذیب وکفر کو بیان فرماتا ہے۔ کہ اسطرح ملائکہ کی سختی ان پر ہوگی کہ مجبور ہوکر سخت
عذاب میں جائیں گے۔ اور سخت عذاب انھیں اس لئے ہوگا کہ وہ خالقِ ارض وسما
کا شریک ٹھیراتے تھے اور پھر ان دونوں کی خالقیت کو اسیکی طرف منسوب بھی کرتے
جسطرح فرماتا ہے۔ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ قُلِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اور البتہ (اے نبی) اگر تم ان سے پوچھوگے کہ آسمانو آیت ۲۵
کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہدو کہ سب تعریف
اللہ ہی کے لئے ہے۔ بلکہ اکثر ان میں کے نہیں جانتے۔ یعنی جو آسمان وزمین کا خالق ہے
اسی کے لئے حمد بھی سزاوار ہے۔ نہ اس کے لئے جو کسی شے کا خالق نہیں بلکہ خود مخلوق ہے
جب اپنی ذات کے لئے اوصافِ کمال ثابت فرمایا تو اس کے لئے دلیل بیان فرماتا
ہے۔ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ اللہ ہی کے لئے آیت ۲۶
ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ بیشک اللہ وہی بے پروا سزاوارِ حمد ہے یعنی وہی
ان سب کا خالق ومالک ہے کسی کا محتاج نہیں بلکہ سب اس کے محتاج ہیں۔ وہ ہر طرح

محمود ہی جب فرمایا کہ اللہ ہی کا ہی جو کچھہ آسمانوں اور زمین میں ہی تو اُس کے ملک کے محدود ہونیکا اور آسمان وزمین ہی میں انحصار کا وہم ہوتا تہا اس لئے بیان فرماتا ہی کہ اُس کے معلومات ومقدورات بے حد وحصر بے نہایت وضبط ہیں۔

۲۷ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ اور اگر (فرض کرو) جس قدر زمین میں درخت ہیں قلم ہوں اور سمندر (سیاہی ہو) کہ اُس کے بعد سات سمندر اُسکی مدد کریں اللہ کی باتیں تمام نہ ہونگی۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہی یعنی اگر اللہ تعالےٰ کے وہ کلمات جو اُسکی عظمت وجلال اور اُسکی صفات پر دلالت کرتے ہیں لکھی جاویں اسطرح کہ تمام جہاڑ قلم بنیں اور سمندر سیاہی ہو پہر سات سمندروں سے اُسکی مدد ہو تو قلم ٹوٹ جائیں گے اور دریا کا پانی ختم ہو جائیگا لیکن کلمات الٰہی کم نہوں گے جب اپنی کمال علم وقدرت کو بیان فرمایا اب کافروں کے حشر کے محال سمجھنے کو باطل فرماتا ہی کیونکہ کثرتِ ایجاد واعدام اُسکی قدرت کے لحاظ کرتے مشکل نہیں۔ اسلئے

وَالْبَحْرُ ابوعمر ساتہہ فتح زار کے۔

سات سمندر

لہ فاغنی عن ذکر المداد بمدہ لانہ من مد الدوات وامدھا ای جعلھا ذات مداد وزاد فی مدادھا (خفاجی) ۲ہ سات سمندروں کا ذکر بطور مبالغہ ہی نہ بطور حصر۔ اور نہ سات سمندر عالم کے محیط موجود ہیں۔ جیسے بعض لوگوں نے اسرائیلیات (یعنی یہود ونصارےٰ کی روایات) سے بیان کیا ہی جس کی ہم نہ تصدیق کرتے ہیں اور نہ تکذیب (ابن کثیر) ۱۲

کہ ایک مقدور ہے جس طرح اسکی قدرت کا تعلق ہے اسیطرح مقدورات غیر محصورہ
سے ہی کیونکہ اقتدار اسکا اسباب و آلات پر موقوف نہیں ہے بلکہ یہ اُس کے لئے ذاتی ہے
جس کے لئے صرف ارادہ ہی کافی ہے جس طرح فرماتا ہے۔ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا
كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ تمہارا پیدا کرنا اور تمہارا زندہ کرنا مانند ایک آیت ۲۸
نفس کے پیدا کرنے کے اور زندہ کرنے کے جیسا ہی ہے بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا
ہے۔ ایک اور دلیل پیدایش و حشر کے اثبات کے لئے جو دن میں دوبار مشاہدہ میں
آتی ہے بیان فرماتا ہے۔ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ آیت ۲۹
(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن
کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہے[له] ہر ایک
میعاد مقرر تک چلتا ہے اور بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اُس سے خبردار ہے یعنی گرمیو
ں میں رات کا حصہ دن میں اور جاڑوں میں دن کم ہو کر رات میں داخل ہو جاتا ہے
اور ان سارے اسباب کا محرک ایک قادر مختار ہے جس کے بغیر حکم ایک ذرہ حرکت نہیں کر سکتا

له سورج اور چاند کے لئے دن اور ماہ اور سال کی مقدار محدود ہے اور انکی انتہائے
مدت روز قیامت ہے ۱۲

اسمی فرمایا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ یہ اس لئے ہے کہ اللہ ہی برحق ہے اور بیشک یہ جسے سوائے خدا کے پوجتے ہیں باطل ہے اور بیشک اللہ ہی برتر بزرگ ہے **بعد** آیت سماوی کے آیت ارضی بیان فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ (اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کشتیاں اللہ کے احسان سے چلتی ہیں تاکہ تمہیں اپنی (قدرت کی) نشانیوں میں سے دکھائے بیشک اس میں ہر صبر کرنیوالے شکر گذار کے لئے نشانیاں ہیں۔ اللہ کی نشانیوں کے سب معترف و مقر ہیں لیکن صاحب بصیرت پہلے ہی سمجھ لیتا ہے اور جسکی بصارت میں ضعف ہو وہ اول مرتبہ نہیں سمجھتا جس طرح فرماتا ہے۔ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝ اور

ذٰلک - ای ذلك الاتصاف بانه هو الحق - والحق هو الثبوت والثابت الله وهو الثابت المطلق الذي لا زوال له - فكل ما عداه فله زوال نظر اليه - فهو الحق وما عداه الباطل (كبير) **فی ذٰلک** - ای الاجراء یعنے اسطرح کشتیوں کے چلانے میں - **صبار شکور** - یعنی ضرر میں صبر کرنیوالا خوشی میں شکر کرنیوالا وجہ مناسبت یہہ ہے کہ یہ دونوں حالتیں دریا میں سوار ہونے والے کیلئے ہوتی ہیں - **مقتصد** - قال مجاهد ای کافر کما قال تعالی فلما نجٰهم الی البر اذا هم یشرکون - وقال ابن زید هو المتوسط فی العمل (ابن کثیر) یعنی بعضے ہی شرک نہیں کرتے ورنہ اکثر شرک کرتے ہیں - **ختار** - والختر اشد الغدر ومنه قولهم انك لا تمد لنا شبرا من غدر الا مددنا لك باعا من ختر - ختار صبار کے مقابلہ میں ہے

جب انھیں موج مثل پہاڑوں کے ڈہانک لیتی ہو تو خالص اسی کے لئے دعا کرنیوالے ہوکر
اللہ کو پکارتے ہیں پھر جب وہ انھیں خشکی کی جانب نجات دیتا ہو تو انمیں سے متوسط
ہیں۔ اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتا مگر ہر عہد توڑنے والا ناشکرا۔ جب اللہ تعالے
نے دلائل بیان فرمائے۔ اب تقوی کی نصیحت فرمائی۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا
ع ۱۱ ۴ ۳ یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور
اُس دن سے خوف کرو کہ باپ اپنے بیٹے کے کام نہ آئیگا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہو جو اپنے باپ
کے کچھ کام آئے۔ بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے پس تمھیں دنیا کی زندگی دہوکا نہ دے اور
وہ دغاباز (شیطان[۲]) تمھیں اللہ کے بارے میں دہوکا نہ دے۔ اس آیت میں دو شخصوں کا
ذکر فرمایا جن میں باہم نہایت محبت والفت ہوتی ہے چنانچہ باپ بیٹے سے سختیاں دور کرتا
ہے اور بیٹا باپ کے لئے ہر طرح کی امانت قبول کرتا ہے۔ جب قیامت میں یہ دونوں کام

(بقیہ گذشتہ) کیونکہ ختر یعنے غدر بسبب بے صبری کے ہوتا ہے۔ اور کفور شکور کے مقابلہ میں ہے۔ (نیشاپوری)۔
[۱] بعض عارفوں نے کہا کہ پروردگار کبھی اپنے افعال سے ڈراتا ہے جس طرح فرماتا ہے اِتَّقُوْا فِتْنَةً اور کبھی اپنے
صفات سے اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی۔ کبھی اپنی ذات سے وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ۔ [۲] یعنی الشیطان
قالہ ابن عباس ومجاہد والضحاک (ابن کثیر)۔ [۳] کہتے ہیں کہ یہ کفار کے لئے خاص ہے۔ کیونکہ اولاد
مومنین اور ان کے باپ دادا ایک دوسرے کو نفع دیں گے۔ خود اللہ تعالے فرماتا ہے اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ
یعنے بشرط ایمان (روح البیان) ۱۲

نہ آئیں گے تو بطریق اولے دوسروں سے نفع کی کیا امید ہے۔ غرور سے مراد شیطان ہے کہ طرح طرح کے دہوکے دیتا ہے اور اوس کے غرور وفریب سے یہ بہی ہے کہ وقوع قیامت میں شبہ ڈالتا ہے کہ اسکا وقت نامعلوم ہے اگر وہ آنیوالی ہے تو اوسکا وقت بہی معلوم ہوتا۔ اُس کے جواب میں اسیقدر کافی ہے کہ اُس کے وجود کا علم اُس کے موجد کو ہے چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ع بیشک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ اور وہی بارش کو اتارتا ہے اور اُس چیز کو جانتا ہے جو رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کریگا۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مریگا۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ حدیث[1] میں ہے کہ مفاتیح الغیب یہی پانچ چیزیں ہیں۔ رسول[2] اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ باتیں ایسی ہیں کہ جنھیں سوای اللہ تعالے کے کوئی نہیں جانتا ہے۔ پہر یہ آیت آخر تک پڑہی۔ ان احادیث میں حصر بہ نسبت عوام کے ہے نہ خواص[3] کے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نکالا جب تک کہ کل شئے کی اطلاع نہ دیدی چنانچہ حاشیہ شنوانی علی مختصر ابن ابی جمرہ مطبوع

[1] امام بخاری ساتھ دو سندوں کے۔ اور امام احمد ساتھ چند سندوں کے (ابن کثیر) [2] امام احمد (ابن کثیر) [3] اہل سنت وجماعت کے پاس شئے مخصوص ہے ساتھ موجود فی الحال یا فی المآل کے۔ تو اب کل شئے سے کل موجود مراد ہے۔ خواہ موجود ہو چکی ہو یا آگے کو موجود ہو۔ اور معلومات آلہیہ کہ جن میں معدومات ممکن

صفحہ ۹۳۲ - اس حدیث کے تحت میں مفاتیح الغیب خمس لا یعلمہا الا اللہ یہ ہے فی هذا الحصر ردّ علی من يدعی ان بعض الاولياء له الكشف - و اجيب بان هذا الحصر بالنسبة للعامة لا للخاصة و قد ورد ان الله لم يخرج النبي صلى الله عليه وسلم من الدنيا حتى اطلعه على كل شئ عينی شرح بخاری جلد اول صفحہ ۳۳۳ میں حدیث في خمس لا يعلمها الا الله کے تحت میں ہے قال القرطبی لا مطمع لاحد في علم شئ في هذه الامور الخمس بهذا الحديث - وقد فسر النبي صلى الله عليه وسلم قول الله تعالى وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو بهذه الخمس قال فمن ادعى علم شئ منها غير مسند الى رسول الله صلى الله عليه وسلم كان كاذبا في دعواه - اس عبارت سے واضح ہے کہ پانچ چیزوں سے کسی چیز کے جاننے کا مدعی بایں شرط کاذب ہے کہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ممتنع بھی داخل ہیں اس پر شے صادق نہیں آتی لیکن اللہ تعالیٰ کا علم اس پر بھی محیط ہے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ثالث صفحہ ۲ و العليم العالم البالغ في العلم المحيط علمه السابق بجميع الاشياء ظاهرها وباطنها دقيقها وجليلها كلياتها وجزئياتها وهو من صفات الذات فهو تعالى يعلم ذاته وصفاته واسمائه ويعلم ما كان وما لا يكون من الجائزات وانه لو كان كيف يكون ويعلم المستحيل من حيث استحالته وانتفاء كونه وما يترتب عليه لو كان ومن ثم قال عز قائلا لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا الخ - اور ایک جگہ کہتے ہیں والمسئلة الثانية ان المعدوم هل هو شئ ام لا فمذهب اهل السنة الثاني - ومذهب المعتزلة الاول - ۱۲ - کیونکہ علامہ عینی نے امام قرطبی کا قول بطور سند ذکر کیا ہے - اور علامہ مناوی روض النضیر شرح جامع صغیر میں تحریر فرماتے ہیں فاما قوله لا يعلمها الا هو فمفسر بانه لا يعلمها احد بذاته ومن ذاته الا هو لكن قد تعلم باعلام الله تعالى

اس چیز کے علم کی اسناد و نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکرتا ہو جس سے ثابت ہی کہ اس چیز کے جاننے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا درست ہے۔ غرض محققین کے پاس ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا احاطۂ علم ماکان ومایکون پر باعطاء الٰہی ثابت ہی۔ صرف روح و وقتِ قیامِ ساعت دونوں کے جاننے میں اختلاف ہی۔ اور باوجود اس کے آپ کا علم باعتبار علم الٰہی کے ایک قطرہ ہی جو بجائے خود ایک دریا ہی اور اس سے مساوات اللہ تعالے کے علم سے لازم نہیں آتی کیونکہ اسکا علم معدومات پر جو نہ موجود ہوئے نہ ہیں نہ ہوں گے۔ اور مستحیلات و مایترتب علیہا پر ہے۔ اور اللہ تعالی کا علم ذاتی استقلالی ازلی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیر ذاتی غیر استقلالی حادث ہی۔ اور اللہ تعالی کا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) فان ثمہ من یعلمہا وقد وجدنا ذلک لغیر واحد کما رأینا جماعۃ علموا متی یموتون۔ وعلموا ما فی الارحام حال حمل المرأۃ وقبلہ اھ۔ لہ شرح الصدور فی حال الموتی والقبور مطبوع مطبع محمدی واقع لاہور صفحہ ۲۹۵۔ اختلف اھل الطریقۃ۔ الاولی ھل علمہا ۱۱ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابن ابی حاتم عن عبد اللہ بن بریدۃ قال لقد قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما ح۔ وقالت طائفۃ بل علمہا واطلعہ علیہا۔ ولم یأمرہ ان یطلع امتہ وھو نظیر الخلاف فی علم الساعۃ۔ امام غزالی احیاء العلوم میں متعلق بیان روح کے فرماتے ہیں ولا تظن ان ذلک لم یکن مکشوفا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مضمون صغیر میں فرماتے ہیں ھذا سوال عن سر الروح الذی لم یؤذن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کشفہ لمن لیس اھلا لہ۔ شرح مقاصد ج ۲ ص ۲۵ ولا یبعد ان یطلع علیہ (ای وقت وقوع القیامۃ) بعض الرسل من الملائکۃ والبشر۔ یہ علماء اہل سنت وجماعت کے فتوے کا خلاصہ ہے ۱۲

ہمارے نبی کا علم ماکان ومایکون پر ہے

امتیاز مابین علم اللہ وعلم نبی

آنحضرت کو روح و وقتِ قیامِ ساعت کا علم بھی دیا گیا تھا

عنایت کیا ہوا پس دعویٰ مساوات کا محض جہالت ہے۔ اور اسیطرح شرک و کفر کا الزام لگانا محض ضلالت ہے۔ ایسے لوگ خواہ مخواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفور علم کی تنقیص و تخفیض ایسے حیلوں اور حوالوں سے کرتے ہیں۔ اور آپ کی طرف نسبت جہالت کی کرتے ہیں ایسی تنقیص اور نسبت جہالت کرنیوالیکا حکم شفا[1] اور اُسکی شرح میں موجود ہے۔

---

[1] واقتی ابو عبد اللہ بن عتاب فی عشار قال لرجل ادّ اشک و اشک الی النبی صلی اللہ علیہ و سلم۔ و قال ان سألتُ او جھلت فقد جھل وسأل النبی صلی اللہ علیہ و سلم بالقتل (شفاء شریف) متعلق بافتی ای یقتلہ للکلام الذی صدر عنہ من کمال جھلہ الخ (شرح شفا ملا علی جلد ثانی صفحہ ۳۹۷) یعنی اس شخص کے قتل کا فتوے دیا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہالت سے منسوب کیا تھا۔ قال القاضی[1] تقدم الکلام فی قتل القاصد لسبہ والازراء بہ وغمصہ بای وجہ کان من ممکن او محال۔ فھذا وجہ بیّن لا اشکال فیہ الوجہ الثانی لاحق بہ فی البیان والجلاء (ای علیہ) وھو ان یکون القائل لما قال فی جھتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر قاصد للسب والازراء ولا معتقد لہ ولکنہ تکلم فی جھتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بکلمۃ الکفر من لعنہ او سبہ او کذبہ اضافۃ ما لایجوز علیہ او نفی ما یجب لہ مما ھو فی حقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نقیصۃ مثل ان ینسب الیہ باتیان کبیرۃ او مداھنۃ فی تبلیغ الرسالۃ او فی حکم بین الناس او یغض[2] من مرتبۃ او شرف او وفور علمہ او زھدہ او یکذب بما اشتھر بہ من امور اخبر بھا علیہ الصلوٰۃ والسلام وتواتر الخبر بہ عن قصد لرد خبرہ۔ او یاتی بسفہ من القول او بقبیح من الکلام ونوع من السب فی جھتہ وان ظھر بدلیل حالہ انہ لم یعمد ذمہ ولم یقصد سبہ امّا لجھالۃ حملتہ علیٰ ما قالہ او لضجر او سکر او قلۃ مراقبۃ وضبط للسانہ وعجرفۃ[3] وتھور فی کلامہ فحکم ھذا الوجہ حکم الوجہ الاول القتل دون تلعثم (توقف) اذ لا یعذر احد فی الکفر بالجھالۃ ولا بدعوی

[1] جلد ثانی ص ۲۹۳۔
[2] ای یخفض و ینقص ۱۲۔
[3] ای مجازفۃ۔

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم وسیع کا ثابت ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ یعنے ہم نے آپ کو وہ چیزیں سکھائیں جو آپ نہیں جانتے تھے۔ تفسیر خازن میں ہے وقیل علمك من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناه وعلمك من خفیات الامور واطلعك علی ضمائر القلوب وعلمك احوال المنافقین وکیدهم بعض کہتے ہیں کہ آپ کو علم غیب سکھایا جسے آپ نہیں جانتے تھے بعض کہتے ہیں آپ کو چھپے ہوئے امور بتائے اور دل کے ارادوں پر اطلاع دی۔ اور منافقین کے حالات اور اُن کے مکاید سے آگاہ کیا۔ صاحب تفسیر حسینی تفسیر بحر الحقایق سے نقل کرتے ہیں کہ آں علم ماکان و مایکون است کہ حق تعالے در شب اسرے بآنحضرت عطا فرمود چنانچہ در حدیث معراجیہ آمدہ است۔ اور امام ربانی شیخ الہند شاہ عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ کے باب معراج میں لکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مجھے علم اولین وآخرین کا دیا گیا اور ایک قسم کا وہ علم ہے کہ جس کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا گیا کہ کسی کو اس کے تحمل کی طاقت

(بقیہ صفحہ گذشتہ) زل اللسان ولا لشیٔ مما ذکرنا اذ کان عقله فی فطرته سلیما الا من اکرہ وقلبه مطمئن بالایمان الخ (شفاء شریف) ماحصل فیه کے متعلق اسقدر ترجمہ کافی ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کو یا آپکے بزرگ نسب کو یا آپ کی وفور علم کو یا زہد کو گستاخی یا عیب لگائے اگرچہ عیب لگانا جان بوجھکر نہ ہو اور نہ یہ اس کا اعتقاد ہو تو بھی ایسے شخص کا حکم قتل ہے کیونکہ کفر میں عذر جہالت اور لغزش زبان نامسموع ہے الخ ۱۲۔

نہیں ہے۔ دوسری قسم کا وہ علم ہے جس میں مجھے اختیار دیا گیا جسے لایق دیکھوں اُسے
تعلیم کروں۔ تیسرے قسم کا وہ علم کہ ہر خاص و عام امت کو تبلیغ احکام کروں۔ پھر شاہ صاحب
ایک مقام پر آپکی عقل کامل اور علم شامل کے متعلق لکھتے ہیں وہر کہ مطالعہ کند احوال شریف
اورا از ابتدا تا انتہا و بیند کہ چہ تعلیم کردہ است اورا پروردگار و افاضہ کردہ است بروی
علوم و اسرار کائنات و مایکون حاصل شود اورا علم بہ نبوت او بے شوب و شکوک۔ وکان
فضل اللہ علیک عظیما۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسب علمہ وکمالہ انتہی۔ اور یہی
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ یعنے
پس اپنی غیب پر کسیکو خبردار نہیں کرتا ہے مگر جس کو کہ پسند کرتا ہے پیغمبر سے یعنی اس آیت میں
جس غیب کی نفی دوسروں سے ہے اُسی غیب کا اثبات رسول علیہ السلام کے لئے بطور[1]
تاکید ہے۔ اور اگر آیت کا یہ مطلب ہو کہ رسول مرتضٰی کو بھی اطلاع نہیں ہوتی تو یہ تو
فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا سے سمجھا گیا تھا۔ پھر استثنا نعوذ باللہ من ذلک لغو ہو جائے گا
اور یہی فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ یعنی
اور اللہ تعالیٰ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا ولیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے چھے

---

[1] کیونکہ اثبات مجرد سے اثبات بعد نفی اوکد و ابلغ ہے۔ ہدایہ میں ہے لان الاستثناء من النفی اثبات
علی وجہ التاکید کما فی کلمۃ الشہادۃ ۱۲-

برگزیدہ کرلیتا ہے۔ اس سے بھی بواسطۂ اخبارِ الٰہی ثبوت علمِ غیب رسولِ مجتبیٰ کے لئے واضح ہے اب جب بعض افرادِ علمِ غیب کا ثبوت انبیاء کے لئے ہوگیا تو ان سے بطورِ اطلاق علم غیب کی نفی نہیں ہوسکتی بلکہ ان پر علمِ غیب کا اطلاق بلحاظ بعض افراد کے بلاشبہ صحیح ہے اب اُن بعض افراد کی تفصیل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن لو کہ آپ کیا فرماتے ہیں صحیح بخاری[1] باب بدء الخلق میں ہے عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ الخ۔ حضرت عمر[2] فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک ایسے مقام میں کھڑے ہوئے کہ ابتداءِ پیدائش سے بہشتیوں کے بہشت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک ہمیں خبردار فرمادیا" اسی حدیث کے حاشیہ پر کرمانی اور خیر جاری سے لکھا ہے غایۃ الاخبار عن دخول اھل الجنۃ۔ والغرض انہ علیہ السلام اخبر عن المبدء والمعاد والمعاش جمیعا۔ قال الطیبی دل ذلک انہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبر عن جمیع احوال المخلوقات انتہٰی۔ یعنی الغرض آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مبدأ اور آخرت اور دنیا سب کی خبر دیدی۔ طیبی نے کہا کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے جمیع احوالِ

[1] مطبوعہ احمدی صفحہ ۴۵۳۔ [2] الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے نام کا یہ توجیہہ نالایق بڑا اللہ ہے جو ان کے روایت کی اشاعت کر رہا ہوں۔ اور جو احادیث کو مخفی کرتے ہیں وہ کتمانِ علم کی وعید سے ڈریں ۱۲

بلحاظ بعض افراد علم غیب کا اطلاق انبیاء پر

مخلوقات سے خبر دیدی تھی انتہےٰ شیخ محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ تحت میں اس حدیث کے لکھتے ہیں یعنے احوالِ مبدأ ومعاد از اوّل تا آخر ہمہ را بیان کرد بخاری ومسلم میں ہے۔ عن[1] حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال لقد خطبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبۃ ما ترک فیہا شیئا الی قیام الساعۃ الا ذکرہ علمہ من علمہ وجہلہ من جہلہ ان کنت لاری الشیئ قد نسیت فاعرف ما یعرف الرجل اذا غاب عنہ فراٰہ فعرفہ۔ اور صحیح مسلم کے کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں ہے عن[2] حذیفۃ رضی اللہ عنہ انہ قال اخبرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما ھو کائن الی ان تقوم الساعۃ الحدیث۔ اور بھی صحیح مسلم میں ہے عن[3] عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ حدیث خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الفجر الی الظہر ومنہ الی العصر ومنہ الی المغرب

[1] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر ایک خطبہ پڑہا جس میں قیامت تک کا سب کچھہ ذکر فرمادیا۔ جس نے سیکھا سیکھا جسنے بہلایا بہلایا۔ میں کسی چیز کو دیکھہ لیتا ہوں کہ بہولی ہوی یاد آگئی ہے۔ جسطرح کوئی غایب ہوی چیز کو دیکھہ کر پہچان لیتا ہے۔ اس حدیث کے حاشیہ صفحہ ۷۰ میں شرح عینی سے لکھا ہے کہ ما ترک فیہا شیئا ای من الامور المقدرۃ من الکائنات یعنے امور مقدرہ کائنات سے کچھہ نہ چہوڑا۔ [2] انہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو خبردار کردیا جو کچھہ قیامت تک ہوگا۔ [3] صحیح مسلم میں عمرو ابن اخطب رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ آپ نے بعد فجر سے ظہر تک پہر اُس سے عصر تک پہر اُس سے مغرب تک خطبہ پڑہا۔ پس ہمیں آپ نے خبردار فرمادیا جو کچھہ کہ ہوا اور جو کچھہ کہ ہوگا پس ہم سے بہت حافظہ والا بڑا اعلم والا ہے۔ ۱۲

وقال فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا - اور مشکوٰۃ کے باب المساجد کی تیسری فصل میں حدیث ہی جس میں دیدار آلہی اور دونوں شانوں میں کف کو رکھنے اور پستانوں سردی پہنچنے کا ذکر ہے بعد اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَّعَرَفْتُ یعنے پس ظاہر ہوئی میرے لئے ہر شے اور میں نے پہچان لیا۔ اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کی اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور میں نے محمد بن اسمٰعیل (بخاری) سے سوال اس حدیث کا پوچھا کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اُسی باب کی دوسری فصل مشکوٰۃ میں دارمی اور جامع ترمذی سے اسی مضمون کی حدیث ہے جس میں آپنے فرمایا ہے فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنے پس میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے

له قطب الدین بھی مظاہر حق جلد ثانی صفحہ ۲۵۶ میں بول اٹھا کہ پس پائی میں نے سردی اُسکی۔ یہ کنایہ ہے پہونچنے اثر اُس فیض کے سے قلب شریف میں۔ پس جب یہ فیض قلب شریف میں پہونچا تو حضرت فرماتے ہیں کہ جان لی میں نے ہر چیز کہ آسمان و زمین میں ہے۔ اور پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب اُس حال کے اور ساتھ قصد گواہی کے اوپر ممکن ہونے اسکے کے یہ آیت وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ یعنے ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ ہم نے تمھیں آسمان و زمین کی چیزوں کا علم دیا ہے اسیطرح دکھائے ہم نے ابراہیم کو عالم ربوبیت کے اور الوہیت کے الخ۔" اور بھی اسی صفحہ میں لکھا۔ اور زیادہ کیا ترمذی نے اُس میں یہ کہ فرمایا اللہ تعالے نے یعنے بعد دینے علم کے پھر سوال کیا الخ جو لوگ کہتے ہیں کہ "قرآن و حدیث و اقوال علماء سے لفظ عطا اور دینا ثابت نہیں ہوتا" وہ اپنے ہی ہم مذہب علماء کے الفاظ کو دیکھکر شرمائیں۔ ورنہ اُسے بھی کافر و مشرک بنائیں۔ ۱۲

معلوم کرلیا۔ حضرت شیخ محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں پس دانستم ہرچہ در
آسمانہا وہرچہ در زمین بود عبارتست از حصول تمامۂ علوم جزوی وکلی واحاطۂ آن انتہی
علامہ قسطلانی شارحِ صحیح بخاری مواہبِ لدنیہ میں لکھتے ہیں اخرج الطبرانی عن ابن
عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا
والی ماھو کائن فیہا الی یوم القیٰمۃ کانما انظر الی کفی ھذا یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میری طرف دنیا اٹھائی پس میں اسے دیکھ رہا ہوں گویا کہ میں اپنے
ہاتھ کی ہتیلی دیکھ رہا ہوں پھر صاحب مواہب لدنیہ نے صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد کی
حدیثیں نقل کرکے آخر باب میں لکھا ہے ولا شک ان اللہ تعالیٰ قد اطلعہ علی ازید من ذالک
والقی علیہ علم الاولین والاٰخرین یعنے اللہ تعالیٰ نے بیشک آپکو (یا رسول اللہ) اس سے
بھی زیادہ پر خبردار کیا ہے اور آپکو اولین وآخرین کے علم عطا فرمائے ہیں۔ امام احمد مسند میں
اور صحیح مسلم وسنن ابن ماجہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں عرضت علی امتی باعمالہا حسنہا وقبیحہا یعنے میری امت اپنے اعمال نیک وبد کے ساتھ میرے
سامنے پیش کیگئی۔ طبرانی وضیا مختارہ میں حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرضت علی امتی البارحۃ لدی ھذہ الحجرۃ حتی لانا اعرف بالرجل

لہ اور نعیم بن حماد کتاب الفتن میں اور ابونعیم حلیہ میں ۱۲

منهم من احلكم بصاحبه یعنی گذشتہ رات میری امت اس حجرہ کے پاس مجھ پر پیش کیگئی یہاں تک کہ بیشک میں اُن کے ہر شخص کو اُس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔ صحیح مسلم میں ہے ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها یعنے اللہ تعالے نے میرے لئے زمین کو ایک جا کردیا میں نے اُس کے مشارق ومغارب سب کو دیکھ لیا صحیح بخاری میں ہے والذی نفسی بیدہ لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیرًا و لضحکتم قلیلا۔ یعنی اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو بہت ہی روتے اور کم ہنستے۔ اب یہ آیات واحادیث صاف بتا رہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع موجودات کے احوال اور امورِ متعلقہ کائنات اور جو کچھ ہوا اور ہوگا سب پر مطلع ہوئے اور انکی خبر بھی دی اسی لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اکثر اوقات آپ سے عرض کرتے اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ[1] یعنے اللہ اور اسکا رسول زیادہ عالم ہیں۔ مواہب لدنیہ میں ہے وقد اشتهر و انتشر امره صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بین اصحابه بالاطلاع علی الغیوب حتے ان کان بعضهم یقول لصاحبه اسکت فو اللہ لو لم یکن عندہ من یخبرہ لاخبرته

---

[1] اگر منکرین اس کا ثبوت چاہیں گے تو یہ عاصی متعدد حدیثیں صحاح سے پیش کریگا۔ اعلم جو افعل التفضیل کا صیغہ ہے صحابہ نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ثابت کیا۔ برخلاف ان نجدیوں کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادتی علم کی نفی کرتے ہیں۔ ایک صحاح کی حدیث کے یہ لفظ ہیں۔ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَرْحَمُ بِنَا مِنْ اَنْفُسِنَا یعنے اللہ اور اُس کے رسول ہم سے زیادہ ہم پر رحیم ہیں۔ ۱۲

بجارۃ البطحاء یعنے تمام صحابہ غیوب پر آپکو مطلع سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ صحابہ آپس میں کہتے تھے کہ چپ ہو رہو اگر کوئی شخص آپ کو اطلاع نہ دیگا تو مکہ کے کنکر پتھر آپ کو اطلاع دیں گے یعنے کوئی شئے آپ پر مخفی نہ رہیگی۔ غرض اہلِ سنت وجماعت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ علمی کو مانتے ہیں اور آپ کو اعلمِ مخلوقات جانتے ہیں۔ حیات میں اور بعد انتقال بھی۔ علامہ ابن الحاج مدخل میں اور علامہ قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں۔ قد قال علماؤنا رحمہم اللہ تعالی لا فرق بین موتہ وحیاتہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالہم ونیاتہم وعزائمہم وخواطرہم وذلک جلی عندہ لا خفاء بہ یعنی بیشک ہمارے علمانے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالتِ حیات اور انتقال میں کچھ فرق نہیں ہے اس بات میں کہ آپ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں۔ اُن کے ہر حال اُنکی ہر نیت اُن کے ہر ارادے اُن کے دلوں کے ہر خطرہ کو پہچانتے ہیں۔ اور یہ سب چیزیں آپ پر روشن ہیں جن میں اصلا کسی طرح کی پوشیدگی نہیں۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں ؎

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد انتقال امت سے مطلع رہنا

در نظر بودش مقامات العباد	لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
گر ہزاراں مدعی سر بر زند	گوش قاضی جانب شاہد کند

لہ علامہ ابن حجر مکی افضل القریٰ میں فرماتے ہیں لان اللہ تعالی اطلعہ علی العالم فعلم علم الاولین والآخرین وما کان وما یکون ۱۲

برخلاف اہل سنت کے یہ اعتقاد کے بد عقیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علمی کے منکر بلکہ معاذ اللہ کہتے ہیں کہ آپ کو اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہ تھا۔ اور اس کلمہ کفر سے بیشمار آیات قرآنیہ و احادیث

له علم الغیب صفحہ ۲۰ لانه متردد فی امره غیر متیقن بنجاته له پہلی آیت لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر یعنے تاکہ اللہ تعالیٰ بخشدے تمہارے لئے سب اگلے پچھلے گناہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا هنیئا لك یارسول الله لقد بین الله لك ماذا یفعل بك فماذا یفعل بنا۔ یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو خدا کی قسم اللہ عزوجل نے صاف فرمادیا کہ آپ کے ساتھ کیا کریگا اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کریگا اسپر آیت اتری لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری الخ یہ آیت و حدیث ناسخ ہیں اُسکی جو آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائیگا (علم غیب صفحہ ۲۴) لیکن یہ بدعقیدہ لوگ حضرت کا علم عظیم گھٹانے کے لئے منسوخ کیا بلکہ موضوع حدیث تک بیان کرکے لوگوں کو دہوکا دیتے ہیں۔ اور اس کے موضوع ہونے کو چھپاتے ہیں چنانچہ علم غیب صفحہ ۱۱ میں لکھا شیخ عبد الحق نے ترجمہ مشکوۃ میں لکھا و نیز فرمودہ است من بشرم نمیدانم کہ پس ایں دیوار چیست یعنے بے دانا نیدن حق تعالیٰ انتہی حالانکہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج شریف میں یوں فرمایا ہے اینجا اشکال می آرند کہ در بعضے روایات آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من بندہ ام نمیدانم آنچہ در پس ایں دیوار است۔ جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است الخ یہ ہاتھ چالاکی کہ شیخ قدس سرہ تو اسے بے اصل بتاتے ہیں۔ اور یہ لاتقربوا الصلوۃ پر عمل کرکے اپنی دلیل گردانتے ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی بھی اس حدیث کے نسبت لا اصل له فرمایا۔ علامہ ابن حجر مکی افضل القراے میں لم یعرف له سند فرمایا دوسری آیت للآخرة خیر لك من الاولیٰ۔ یعنے اے نبی بے شک آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے اور یہی فرمایا ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ یعنے البتہ قریب ہے تمہیں تمہارا پروردگار اتنا عطا فرمائیگا کہ تم راضی ہوجاؤگے اور یہی فرمایا۔ یوم لایخزی الله النبی والذین آمنوا معه نورهم یسعیٰ بین ایدیهم وبایمانهم یعنے جس دن

نبویہ کا انکار کرتے ہیں۔ اور بعد انتقال یارسول اللہ کہنے کو شرک کہتے ہیں اور ہزاروں علما وصلحائے سلف و خلف کو جنہوں نے آپ کو پکارا مشرک سمجھتے ہیں اور اولیائے استعانت کو بطریق اولے شرک جانتے ہیں چنانچہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ کے کتاب الجہاد میں فرماتے ہیں کہ در قریب ایں زماں فرقہ پیدا شدہ کہ منکر اند استمداد و استعانت از اولیائے خدا کہ نقل کردہ شدہ اند ازیں دار فانی بدار بقا۔ و زندہ اند نزد پروردگار خود مرزوق اند و خوش حال اند و مردم را ازاں شعور نیست و متوجہاں بجناب ایشاں را مشرک بخدا و عبدۂ اصنام می دانند و میگویند آنچہ میگویند۔ اوراس کے پہلے ادلہ بیان فرماکے یوں لکھتے ہیں و محکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل و استفادہ ازاں خارج از حصر است۔ و مذکور است در کتب و رسائل ایشاں۔ و مشہور ست میان ایشاں

اس فرقہ کے متعلق حضرت شاہ عبدالحق کا بیان

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اللہ تعالےٰ رسوا نہ کریگا نبی اور اُن کے ہمراہیوں کو۔ اُن کا نور اُن کے آگے اور داہنے چولا کریگا۔ اور بہی فرمایا عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا یعنے قریب ہی کہ تمحیں تمہارا رب مقام محمود میں کہڑا کریگا۔ افسوس باوجود ان آیات کے آپکا پیچہا ہے کا علم نہ تہا کہنا اور آپ کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتانا جس طرح براہین ساطعہ میں ہی بیشک یہ آپ کو عیب لگانا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یعنے جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں اُن کو دکھ کی مار ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا یعنے جو لوگ اللہ اور اوس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے انپر دنیا و آخرت میں لعنت فرمائی اور انکے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ۱۲

شاہ صاحب جیسے محدث نے صاف صاف کہدیا کہ اسی زمانہ میں یہ فرقہ نکلا ہے کہ جو اولیائے
استمداد و استعانت کو شرک کہتا ہے الخ خدا اہل سنت کو اس بدعتی فرقہ کی صحبت سے بچائے
جو موحدوں کو مشرک بناتا ہے۔ دور کیوں جائے خود قرآن ہی میں علم ماکان و مایکون موجود ہے

ل کیونکہ بدعت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک اعتقادیں۔ دوسرے اعمال میں پہر ایسے وقت میں یہ شعر اُنہیں پر خوب صادق آتا ہے۔ عطاے تو بہ لقاے تو

سنی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے	بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے۔

ک وفیہ (ای فی کتاب اللہ) من اسماء الآلات وضروب الماکولات والمشروبات والمنکوحات وجمیع ما وقع ویقع فی الکائنات ما یحقق معنی قولہ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ (تفسیر اتقان مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۳۲) (فائدہ) قرآن مجید و احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ ہر ایک شے چھوٹی یا بڑی آسمان میں پوشیدہ ہو یا زمین میں ہو چکی ہو یا آیندہ قیامت تک ہونیوالی ہو سب کی کمیت اور کیفیت لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔ تفسیر حسینی میں ہے عَالِمِ الْغَیْبِ دانندہ پوشیدہا ست لَا یَعْزُبُ دور نشود غائب از علم او یا پوشیدہ نگردد از و مِثْقَالُ ذَرَّةٍ ہم سنگ مور چہ خورد یا بوزن ذرہ از ذرات ہو فِی السَّمٰوٰتِ در آسمانہا وَلَا فِی الْاَرْضِ ونہ در زمین وَلَآ اَصْغَرُ ونیست خورد تر مِنْ ذٰلِکَ از مثقال ذرہ وَلَآ اَکْبَرُ ونہ بزرگ تر ازاں اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مگر آنکہ مکتوب است در کتاب مُبِیْنٍ روشن یعنی در لوح محفوظ مجموع ایہارا ثبت کردہ (تفسیر حسینی) قال النسفی رحمہ اللہ تعالٰی کانہ قال ما من شیٔ شدید الغیوبۃ الا وقد علمہ اللہ واحاط بہ واثبتہ فی اللوح المحفوظ والمبین الظاہر البین لمن ینظر فیہ الملٰئکۃ (مدارک) وقال تعالٰی وکل صغیر وکبیر من الاعمال ومن کل ما ہو کائن مستطر مسطور فی اللوح المحفوظ (مدارک) وعن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اول ما خلق اللہ القلم فقال لہ اکتب فقال ما اکتب قال اکتب القدر فکتب

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے عالم ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ماکان وما ھو کائن الی الابد رواہ الترمذی (مشکوٰۃ) اور آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام اشیا لوحِ محفوظ میں ہیں۔ اور صاحبِ مدارک کے قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظاہراً اسے اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ اس میں فرشتے دیکھتے ہیں۔ ملا علی قاری بھی مرقاۃ جلد اول صفحہ ۱۲۲ میں لکھتے ہیں وحکمۃ ذلک اطلاع الملئکۃ علی ما سیقع لیزدادوا بوقوعہ ایمانا وتصدیقا ویعلموا من یستحق الصلاح واللام فیعرفوا کمل مرتبتہ۔ صاحب روح البیان اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ فرشتوں پر حصر کی کوئی وجہ نہیں بلکہ علما رباشد یعنے عارفانِ حق بھی اسے جانتے ہیں یقول الفقیران الملئکۃ لیست من اھل الترقی والتنزل فنقصر الفائدۃ علی ذلک مما لا معنی لہ بل نقول ان اللوح قلب ھذا التعیین کقلب الانسان فلذا انتقش فیہ ما کان وما یکون وھو من مراتب التنزلات فقد ضبط اللہ فیہ جمیع المقدورات الکونیۃ لفوائد ترجع الی العباد یعرفھا العلماء باللہ تعالیٰ۔ اسی لئے علامہ بوصیری رحمہ اللہ نے اپنے قصیدہ بردہ میں کس دھوم دھام سے آنحضرت کے لئے علم لوح وقلم ثابت فرمایا۔

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ	سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ
وَلَنْ یَّضِیْقَ رَسُوْلَ اللّٰہِ جَاھُکَ بِیْ	اِذَا الْکَرِیْمُ تَجَلّٰی بِاسْمِ مُنْتَقِمِ
فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا	وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

شیخ خالد ازہری حاشیہ بردہ میں تحریر فرماتے ہیں ومعنی الابیات الثلثۃ الخ وعلم اللوح والقلم من علمک وانت الحقیق بذالک انتہی۔ علامہ شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ شرح بردہ میں نقل کرتے ہیں فان قیل اذا کان علم اللوح والقلم بعض علومہ صلی اللہ علیہ وسلم فما البعض الاخر اجیب بان البعض الاخر ھو ما اخبرہ اللہ تعالیٰ عنہ من احوال الاخرۃ لان القلم انما کتب فی اللوح ما ھو کائن الی یوم القیامۃ فقط انتہی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حل العقدۃ شرح البردہ میں تحریر کرتے ہیں وکون علومھا من

اور فرمایا وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ عرایس البیان مطبوعہ کشوری صفحہ ۳۳۶ میں ہے قال ابو عثمان المغربی فی الکتاب تبیان کل شئ ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم ھو المبین لتبیان الکتاب

اس سے تمام وہ چیزیں جو دنیا میں موجود ہو چکی اور ہونگی اور ہیں انکا قرآن میں ہونا اور آپکا مبین و عالم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ہاں قبل نزولِ جمیع قرآن شریف اگر بعضے اشیاء کا علم آپ کو نہ تھا تو ممکن ہے لیکن بعد نزولِ جمیع کوئی شئے آپ سے مخفی نہ رہی۔ اگر کسی کو دعوے ہو تو ایک آیت قطعی الدلالہ یا اسیطرح کوئی حدیث لائیں جس سے صاف ثابت ہو کہ بعد نزولِ تمام قرآن بھی فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی رہا۔ اور جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا۔ اب جو آیات کہ علمِ غیب کی آپ سے نفی کرتے ہیں وہ ہمارے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) علومہ صلی اللہ علیہ وسلم ان علومہ تتنوع الی الکلیات والجزئیات و حقائق و حوارف و معارف تتعلق بالذات والصفات وعلمہا یکون نھر امن بحور علمہ وحرفا من سطور علمہ انتہٰی۔ کتاب الابریز صفحہ ۲۵۸ میں ہے یعلم صلی اللہ علیہ وسلم من العرش الی الفرش و یطلع الی جمیع ما فیہا وھذہ العلوم کلہا بالنسبۃ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم کالف من ستین حزبا التی ھی القرآن العزیز انتہٰی۔ تفسیر حسینی میں ہے در بحر الحقائق آوردہ کہ کلمہ نون اشارت است بعلم اجمالی مندرج در احدیت ذاتیہ جمعیہ و قلم شیر است بعلم تفصیلی مندرج در وحدانیت اسمائیہ پس حق سبحانہ قسم یاد کردہ بعلم اجمالی کائن در احدیت و بعلم تفصیلی ثابت فرمود در وحدیت باینکہ قلم کریم از دوات قدیم نوشتہ یعنی حروف الٰہیہ مجردہ علویہ و کلماتِ ربانیہ مرکبہ سفلیہ جو ابش اینکہ تو بہ نعمت پروردگار خود مستوجب نیستی یعنے بر تو نہ پوشیدہ اند اسرار ازل و ابد را انتہٰی۔ ۱۲ (ملخص از منیر الدین)

آیاتِ عدمِ علمِ غیب سے مراد نفی علمِ مطلق و استقلالی وغیرہ ہے

مدعا کے ہرگز منافی نہیں ہے کیونکہ ان میں نفی علم مطلق و استقلالی و بذاتہ و من ذاتہ و بلا واسطہ و اصالۃ مراد ہے شرح شفا خفاجی میں ہے۔ هذا لا ينافي الآيات الدالة على انه

لے تفسیر خازن میں ایسی آیات کو تواضع وغیرہ پر محمول کیا ہے چنانچہ تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۱۹ تحت آیہ کریمہ قل لا اقول لكم عندي خزائن الله ولا اعلم الغيب. الآية۔ کے ہے۔ وانما نفى عن نفسه الشريفة هذه الاشياء تواضعا لله تعالى واعترافا بالعبودية وان لا يقترحوا عليه الآيات اسی جلد کے صفحہ ۵۷ آیت لو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير کی تحت میں ہے فان قلت قد اخبر صلى الله تعالى عليه وسلم عن المغيبات وقد جاءت احاديث في الصحيح بذلك وهو من اعظم معجزاته صلى الله تعالى عليه وسلم فكيف الجمع بينه وبين قوله ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير قلت يحتمل ان يكون قاله صلى الله عليه وسلم على سبيل التواضع والادب والمعنى لا اعلم الغيب الا ان يطلعني الله عليه ويقدره لي ويحتمل ان يكون قال ذلك قبل ان يطلعه الله عز وجل على الغيب فلما اطلعه الله عز وجل اخبر به كما قال فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول۔ او يكون خرج هذا الكلام مخرج الجواب عن سؤالهم ثم بعد ذلك اظهره الله سبحانه وتعالى على اشياء من المغيبات فاخبر عنها ليكون ذلك معجزة ودلالة على صحة نبوته صلى الله عليه وسلم۔ واضح ہے کہ یہ آیات عدم علم غیب ما نحن فیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دال نہیں ہیں اس پر ان سے استدلال سفاہت یا عناد یا غفلت سے خالی نہیں ہے اگر قطعاً یہ آیات اس پر دلالت کرتے تو اہل سنت محققین کیوں انکے خلاف آپ کے شمول علم کے قائل ہوتے۔ مولانا جامی نقد النصوص میں فرماتے ہیں لان الحقيقة المحمدية في صورة الاسم الجامع الالهي هي ترب صور العالم كلها بالرب الظاهر فيها فلا بد لها من الاتصاف بالصفات الالهية كلها من العلم الشامل والقدرة وغيرهما يتصرف في اعيان العالم على حسب استعداداتها ولكن ذلك انما هو من جهة حقيقتها لا من جهة بشريتها الخ ۱۲

لا یعلم الغیب الا اللہ تعالیٰ فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ تعالیٰ فامر متحقق بقولہ تعالیٰ فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا الخ۔ شرح جامع صغیر میں مناوی ہے واما قولہ لا یعلمہ فمفسر بانہ لا یعلمہ احد بذاتہ ومن ذاتہ الا ھو۔ اب ہم سوا سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسرے انبیا اور انکے بعد اولیاء کیلئے علم ماکان و مایکون کا کہیں احادیث میں ذکر نہیں۔ ہاں جسقدر اللہ نے انھیں آگاہ کروایا اُس سے وہ واقف ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے علم آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا الٰی تَكْتُمُوْنَ اور حق تعالیٰ نے آدم کو کل (مخلوقات) کے نام بتادیئے پھر اُن چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کرکے فرمایا اگر تم (اس دعوے میں کہ ہم مستحق خلافت ہیں) سچے ہو تو ہمیں ان (چیزوں کے) نام بتاؤ فرشتوں نے عرض کیا کہ تو پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جو کچھ کہ تو نے سکھا دیا۔ بیشک تو ہی دانا اور حکیم ہے۔ اللہ نے آدم کو حکم دیا اے آدم تم انھیں اُن (چیزوں کے) نام بتادو۔ پھر جب آدم نے فرشتوں کو اُن چیزوں کے نام بتادیئے تو خدا نے فرمایا کہ کیوں ہم نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں زمین و آسمان کے مخفی چیزوں کو جانتا ہوں۔ اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو میں جانتا ہوں۔" ان آیات سے چند باتیں ثابت کرنا مقصود ہے (۱) فضیلت علم۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خلقت آدم علیہ السلام میں اپنی کمال حکمت کو صرف انکے علم سے ظاہر فرمایا۔ پس اگر امکان میں کسی شی کا جو علم سے اشرف ہوتا تو ضرور تھا کہ آدم کی فضیلت کا اظہار اُسی شے سے ہوتا۔ نہ علم سے۔ (۲) فرشتوں کا علم آدم علیہ السلام کے علم سے کم تھا (۳) اسی علم کے سبب سے آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ اور خلیفہ ہوئے (۴) اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے یہ فرمانا کہ الم اقل لکم انی

لہ لیظھر بذالک کمال فضلہ وقصورھم عنہ فی العلم (کبیر) ؂ فعلم آدم کان سببا لہ فی حصول السجدۃ والتحیۃ (کبیر) ۱۲

اعلم غیب السموات والارض یعنے میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں کے اور زمین کے غیب کو جانتا ہوں الخ دلالت کرتا ہے کہ جو آدم علیہ السلام کو اسما سکھلائے گئے تھے وہ غیب ہی تھے۔ کیونکہ کسی شے کو غیب وغائب جو کہتے ہیں وہ آدمیوں کے اعتبار سے ہے نہ اللہ تعالےٰ کے اعتبار سے اس لئے کہ کوئی شے اس سے غائب پوشیدہ نہیں اور یومنون بالغیب سے وہ غیب مراد ہے جو زیر حواس نہ آئے اور بداہت عقل بھی اس پر نہ دلالت کرے بلکہ اس غیب کا معلوم ہونا انہیں کو انبیاء علیہم السلام کے آگاہ کرنے سے ہوتا ہے تو اب یہ اسما وہ تھے کہ جس کا علم ملائکہ کو بھی نہ تھا۔ اور خود عالم ملکوت غیب اضافی ہے تو یہ اسما بطریق اولےٰ غیب اضافی ہوں گے۔

لہ جیسا کہ مفردات میں راغب نے کہا ویقال للشئے غیب وغائب باعتبارہ بالناس لا باللہ تعالیٰ فانہ لا یغیب عنہ شئ کما لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ والغیب فی قولہ یومنون بالغیب ما لا یقع تحت الحواس ولا یقتضیہ بداھۃ العقول۔ وانما یعلم بخبر الانبیاء علیہم السلام الخ تاج العروس شرح قاموس میں ہے قال ابو اسحاق الزجاج فی قولہ تعالیٰ یومنون بالغیب ای بما غاب عنھم فاخبرھم بہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم من امر البعث والجنۃ والنار وکل ما غاب عنھم مما انباھم بہ فھو غیب الخ۔ جن اشیا کے علم و ادراک کے لئے کوئی ذریعہ اور آلہ نہیں بنایا گیا وہ غیب حقیقی ہیں جسکی نہ بشر کو خبر ہے نہ ملک کو جیسے حضرت حق سبحانہ کے اسرار ذات وکمال صفات یا بعضے اسما جس کیلئے حدیث میں بما استأثرت بہ فی علم الغیب عندک آیا ہے۔ اور جن کے دریافت کے لئے ذرایع ہیں۔ مگر عام طور پر نہیں بعض بعض مخلوق کو عطا ہوئے ہیں جیسے عالم ملکوت۔ اور وہ چھپی ہوئی باتیں جو بشر کے حواس وقیاس سے باہر اور فرشتوں پر ظاہر ہیں وہ غیب اضافی ہیں۔ اور ہمارے اعتبار سے عالم غیب۔ ۱۲

معالم التنزیل میں آیت وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا کی تفسیر میں ہے کہ ابن عباس وغیرہ نے فرمایا کہ آدم کو ہر شے کا نام سکھلا دیا۔ یہاں تک کہ بڑے پیالے اور چھوٹے پیالے کا۔ بعضوں نے کہا کہ اسماء ما کان وما یکون قیامت تک کے سکھلا دیئے گئے جب حضرت آدم کا یہ علم تھا تو اسی لئے علماء نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اسما اور مسمیات دونوں معلوم ہیں حضرت نوح اپنی قوم سے اپنے علم کا بیان اسطرح فرماتے ہیں وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اور اللہ سے میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کا قصہ بیان فرما کے حضرت سے مخاطب ہوتا ہے۔ تِلْكَ

ل علامہ شیخ سلیمان جمل فتوحات الاحمدیہ شرح قصیدۃ الہمزیہ صفحہ ۶۔ اس شعر کی شرح میں ؎

لَكَ ذَاتُ الْعُلُوْمِ مِنْ عَالِمِ الْغَيْبِ		وَمِنْهَا لِاٰدَمَ الْاَسْمَاءُ

بعد تقریر تحریر فرماتے ہیں فحاصل الفرق بین نبیا صلے اللہ علیہ وسلم وبینہ ان نبینا علم الاسماء والمسمیات کلہا انتہی عارف ربانی امام شعرانی الیواقیت والجواہر صفحہ ۷ میں تحریر فرماتے ہیں فان قلت فلم کان محمد صلے اللہ علیہ وسلم افضل من ابیہ آدم علیہ السلام واقوی استعدادا منہ مع انہ فرع من آدم علیہ السلام۔ فالجواب کما قال الشیخ فی الباب الخامس من الفتوحات انہ انما کان افضل من ابیہ آدم لانہ کان حاملا لالفاظ الاسماء ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم کان حاملا لمعانیہا وھی جوامع الکلم المشار الیہا بحدیث اوتیت جوامع الکلم فمن حصل علی الذات حصل علی الاسماء وکانت تحت حیطة علمہ ومن حصل علی الاسماء لا یکون محصلا للذات الذی ہو المسمی انتہی خلیق ؎

بو عطر صندلی میں ہے صندل سے بھی فزوں		آدم سے شان بڑھ گئی خیر الورا کی ہے

بیان علم نبی علیہ السلام - بیان علم ... علیہ السلام

مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْكَ یعنے یہ غیب کی خبروں سے ہے جسے ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم کے متعلق فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنے ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو عجائب و غرائب آسمانوں کے اور زمین کے دکھلائے (تفسیر حسینی)[1] سابق میں مشکوٰۃ کی حدیث میں گذر چکا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز آسمان اور زمین کی جان لی تو اللہ تعالے نے یا آنحضرت نے اس کے ممکن ہونے کی تصدیق میں وہی آیت سابق پڑہی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ علم وسیع عنایت ہوا تو سید المرسلین بطریق اولے اس کے مستحق ہیں۔ کیونکہ سیادت کیلئے زیادتی علم کی بھی ضرورت ہے حضرت اسحٰق علیہ السلام کے علم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ یعنے فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک بہت بڑے علم والے (لڑکے) کی خوشخبری دی حضرت یوسف علیہ السلام بھی فرما رہے ہیں۔ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ۔ علیم[2] مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور حقیقی طور پر علیم کے ساتھ متصف ہونا صرف اللہ کے لئے سزاوار ہے[3]۔ لیکن مجازی طور پر اسکا اطلاق مخلوق پر بھی ہوتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالحق قدس سرہ نے مدارج النبوۃ کی ابتدا میں وَهُوَ

بیان علم حضرت ابراہیم علیہ السلام

بیان علم اسحاق علیہ السلام

---

[1] حق تعالے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرہ پر لایا اور سب آسمان اور زمین عرش سے تحت الثرے تک اُنپر کہولدئے (تفسیر حسینی) [2] و علیم تحمل من ابنیة المبالغة (تاج العروس) وفعیل من ابنیة المبالغة (نہایہ) [3] اذ کان الموصوف فی الحقیقة بالعلیم هو تعالی (مفردات) ۱۲

بیان علم مصطفےٰ علیہ السلام

بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْم کہہ کے حمد و نعت دونوں کو ادا کر دیا۔ لیکن جنھیں حقیقت و مجاز کی تمیز نہیں وہ شاہ صاحب کو بھی مشرک بنا دیں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے علم کا اسطرح بیان فرماتے ہیں وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنے اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے۔[1] کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور پھر مجھ سے آیندہ ملیں گے۔ چنانچہ جب خوشخبری دینے والا آیا اس نے یوسف علیہ السلام کا کرتہ یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈالدیا۔ وہ بینا ہوگئے تو آپنے وہی پہلے قول کو پلٹا یا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ فرمایا کہ میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ بیشک میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا[2] جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت روتے۔ یہ بھی فرمایا[3] کہ آسمان میں چار انگل کی جگہ نہیں مگر یہ کہ وہاں فرشتہ اللہ کے لئے سربسجود ہے اور اس سے پہلے فرمایا اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ یعنے میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اگر ان آیات و احادیث کے مطابق اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ باتیں جانتے ہیں جو ہم نہیں جانتے اور وہ اشیا ملاحظہ فرماتے ہیں جو ہم نہیں دیکھتے۔ اور وہ باتیں سماعت فرماتے ہیں جو ہم نہیں سنتے تو یہ آپکے ارشاد کی تصدیق ہوئی نہ یہ کہ معاذ اللہ

[1] تفسیر حسینی [2] بخاری یہ حدیث سابق میں گذری [3] ترمذی ۔ ١٢

کفر وشرک بلکہ کفر سے تو وہ شخص ڈرے جو حضرتؐ کے علم کی نفی کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ
آپ کچھ نہیں جانتے تھے۔ داؤد و سلیمانؑ کے علم کے متعلق فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا
دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا یعنے بیشک البتہ ہم نے داؤد اور سلیمانؑ کو علم عنایت کیا تھا حضرت
سلیمان کو پرندوں کی بولی کا علم دیا گیا تھا چنانچہ آپ نے فرمایا يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ
چیونٹی کی گفتار کو بھی آپ نے سمجھ لیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا۔
عیسٰے علیہ السلام اپنے معجزات اور اپنے علم کے متعلق اسطرح فرماتے ہیں۔ اِنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ
مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ
وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ۗ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ یعنی میں تمہارے لئے مٹی سے ایک پرند کی سی صورت بناتا ہوں
پھر اسمیں پھونکتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرند ہو جاتا ہے۔ اور میں اندھے مادرزاد اور
کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور مردہ کو زندہ کر دیتا ہوں خدا کے حکم سے اور جو تم کھاتے ہو
یا اپنے گھروں میں رکھ آتے ہو میں تم کو بتا دیتا ہوں۔ بیشک اسمیں تمہارے لئے
بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لانیوالے ہو۔ عیسٰے علیہ السلام کا یہ کہنا کہ جو کچھ تم کھاتے ہو
اور جو کچھ تم اپنے مکانوں میں ذخیرہ کر رکھتے ہو اسکی بھی میں خبر دیتا ہوں۔ یہ صاف
آپکے وسعتِ علمی پر دال ہے۔ ہمارے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں

بیانِ علمِ داؤد و سلیمان علیہما السلام۔ بیانِ علمِ عیسٰے علیہ السلام۔

لَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ. تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع (جو دلی حالت ہے) مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ سابق اسی تفسیر میں صحیح بخاری سے حدیثیں گذر چکیں یہ تو انبیا کا ذکر تھا۔ اولیا کے لئے بھی اللہ تعالٰے نے علم وسیع ثابت فرمایا۔ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ یعنے جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا وہ (سلیمان علیہ السلام سے) بولا کہ میں آپ کے پاس اسے (یعنے تخت بلقیس کو) قبل اس کے کہ پلک جھپکے لاتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "وہ شخص آصف تمام کاتب سلیمان علیہ السلام تھے جنھیں اسم اعظم یاد تھا" انھوں نے سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ آسمان کی طرف ملاحظہ فرمائے آپ نے ادہر نگہ کر کے نیچے دیکھنے بھی نہ پایا تھا کہ انھوں نے تخت سامنے لاکر رکھدیا" اسمیں علم کے ساتھ قدرت کا بھی بیان ہے کہ جو کام جنات سے ہو سکا وہ حضرت انسان نے کر دکھایا۔ خضر علیہ السلام جو محققین کے پاس ولی ہیں اُن کے علم غیب کا حال اسطرح بیان فرماتا ہے وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا یعنے ہم نے خضر کو اپنے پاس سے علم سکھلایا۔ تفسیر ابو سعود میں ہے وعلمناہ من لدنا علما خاصا لایکتنہ کنہہ ولا یقادر قدرہ وھو علم الغیوب۔ بیضاوی میں ہے وعلمناہ من لدنا علما۔ مما یختص بنا ولا یعلم الا بتوفیقنا وھو علم الغیوب۔ اب اس فرقہ کی قول سنیے

۱؎ ابن ابی حاتم (در) ۲؎ ابن ابی حاتم (در) (۳) ابن ابی شیبہ وابن منذر از سعید بن جبیر (در)
پورے قصہ کے لئے اسی تفسیر میں سورہ نمل دیکھو ۱۲

مفسرین شرک سے کسطرح بچیں گے کیونکہ انہوں نے صاف صاف کہدیا کہ خضر کو جو علم عنایت ہوا تھا وہ علم غیوب تھا۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ علم غیب دیا گیا جو کہتے ہیں اسکا ثبوت کہیں نہیں ہے۔ اسکا جواب یہ ہے گذشتہ آیت اور اس آیت میں غور کرو کہ جو حضرت موسےٰ نے خضر سے کہا هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا یعنی کیا میں تمہاری پیروی کروں اس شرط پر کہ جو علم لدنی تمھیں سکھلایا گیا ہے مجھے بھی اس سے کچھ سکھلاؤ۔ پھر حضرت خضر نے جو کشتی توڑی اور لڑکے کو قتل کیا اور دیوار سیدھی کی۔ یہ سب غیب کی باتیں قرآن میں مذکور ہیں۔ عَلَّمْنَاہُ اور عُلِّمْتَ سے صاف ظاہر ہے کہ علم حضرت خضر کو دیا گیا تھا اور انھیں حاصل تھا کیونکہ تعلیم[له] سے مراد غیر میں علم کا پیدا کردینا ہے۔ حدیث بخاری میں بھی اسکی تصریح موجود ہے کہ خضر نے موسےٰ سے کہا اَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ وَاَنَا عَلٰى عِلْمٍ یعنی تمھیں ایک علم ہے اور مجھے ایک علم ہے۔ اور جو خدا نے مجھے علم سکھلایا ہے تم نہیں جانتے اور جو تمھیں سکھلایا ہے میں نہیں جانتا الخ حضرت یعقوب کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ جسے علم سکھلایا جاتا ہے وہ صاحب علم ہوتا ہے۔ اگر موسیٰ علیہ السلام سے علم شریعت اور علم ظاہری کی نفی جائز ہے اور کوئی بری بات نہیں ہے تو پھر خضر سے بھی علم غیب و علم باطنی کی نفی کرنا صحیح ہے۔ ورنہ جیسے موسیٰ کیلئے علم ظاہری ثابت کرنا تصدیق قرآن ہے اسیطرح حضرت خضر کیلئے علم باطنی کا ثابت کرنا ہے۔ یہ عجیب توحید ہے کہ فرشتوں کے علم و قدرت میں کوئی کلام نہیں کرتا

له التعليم عبارة عن تحصيل العلم في الغير كالتسويد فانه عبارة عن تحصيل السواد في الغير (تفسير كبير جلد اول صفحه ۳۸۵)

انبیاء علیہم السلام کا علم محدود ہونا

کہ ایک پلک مارتے آسمان سے زمین پر آجائیں۔ ملک الموت تمام جہان کے آن واحد میں ارواح قبض کریں جبریل علیہ السلام ایک پر پر قوم لوط کے شہروں کو اٹھا کر آسمان پر لیجا کر الٹ دیں جنکی شان ذی قوت ہے۔ (اور بعض مفسرین کہتے ہیں ذی قوت سرکار عالم کی صفت ہے) پھر جب یہاں کسیطرح سے شرک نہیں ہوتا تو انبیا اور اولیا نے کیا کیا جب انہیں کوئی صفت مافوق العادۃ ثابت کیگئی کہ شرک ٹھہرا ہوگیا۔ عقاید کا مسئلہ ہے کہ خاص انسان خاص ملائکہ سے افضل ہیں اور سابق میں گذر چکا کہ افضلیت علم سے ہی ہوتی ہے۔ اور رہا شرک کے شبہ کو تو خود حضرت خضر نے ہی رفع کردیا اور موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارا اور میرا علم اللہ کے علم کے سامنے اسطرح ہے جیسے چڑیا نے دریا سے چونچ میں پانی لیا جیسطرح صحیح بخاری میں ہے۔ کہاں خدا کا علم اور کہاں بندہ کا علم۔ اگرچہ آدم علیہ السلام کو تمام اشیا کے نام سکھلائے گئے لیکن جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو آدم نے بھولکر گیہوں کا دانہ کھالیا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام بلحاظ مخلوقات کے اپنے علم کے مدعی ہوے اور کہا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ لیکن غیب مطلق جو خاصہ رب العٰلمین ہے اسکی شان میں آپ بھی فرماتے ہیں وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَسْـَٔلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ۔ حضرت ابراہیم جنھیں ملکوت سمٰوات وارض دکھلائے گئی انھیں ملکوت میں سے اپنے مہمان فرشتوں کو نہ پہچانا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ یعنی کہا تم پر سلام (اور دل میں کہا) یہ لوگ تو پہچانے ہوے نہیں۔ حضرت سلیمٰن علیہ السلام باوجود اس علم وسیع کے ہدہد نے آپکو بلقیس کی خبر سے آگاہ کیا۔ چنانچہ کہا

ؔ دیکھو شفا شریف ۱۲۰

أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ یعنی میں نے وہ چیز معلوم کی جو تمہیں معلوم نہیں۔ اسی سے اللہ کے اور مخلوق کے علم میں فرق ظاہر ہے کہ مخلوق کا علم محدود اور خدا کا علم غیر محدود ہے۔ اگر کسی کو ایک بات غیب کی یا لاکھ باتیں غیب کی یا اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ معلوم کروا دی تو کیا اس سے اللہ تعالیٰ کے مساوات ہو جاتی ہے اور شرک ہو جاتا ہے۔ اصل مخلوق میں عدم علم ہے اور علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جسے جتنا چاہا سکھلایا۔ وہ سب کو سکھلاتا ہے اسے کوئی نہیں سکھلاتا بلکہ وہ خود بنفسہٖ علّام الغیوب ہے فَسُبْحَانَ الَّذِیْ یَعْلَمُ لَا بِتَعْلِیْمِ الْمُعَلِّمِیْنَ وَلَا بِاِرْشَادِ الْمُرْشِدِیْنَ۔ ایک علم غیب پر ہی کیا موقوف ہے بلکہ ہم اور ہمارے کل عمل اللہ کی پیدا کرنے سے ہی ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ خلاصہ یہ کہ غیب کے لیے[1] مبادی و لواحق ہیں۔ مبادی کی اطلاع تو نہ ملک مقرب کو ہے اور نہ نبی مرسل کو ہاں لواحق کی اطلاع اللہ تعالیٰ اپنے بعض احباب کو عنایت فرماتا ہے اور وہ غیب مطلق سے خارج ہو کر غیب اضافی ہو جاتا ہے۔ اور یہی علم غیب اضافی انبیاء اور اولیاء کے لئے ثابت ہے۔ اور جنہوں نے ثابت کیا ان کا قول نفی کرنے والوں پر مقدم ہے کیونکہ قاعدہ ہے والمثبت مقدم علی النافی۔ مخلوقات کی معرفت کون سی بڑی بات ہے جبکہ خود خالق اپنی معرفت عنایت فرماتا ہے[2]

---

[1] ملا علی قاری مرقاۃ المفاتیح جلد اول صفحہ ۹۵ تحریر کرتے ہیں ان للغیب مبادی ولواحق فمبادیہا لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل اما اللواحق فہو ما اظہرہ اللہ تعالیٰ علی بعض احبابہ لوحۃ علمہ وخرج بذلک عن الغیب المطلق وصار غیبا اضافیا وذالک اذا تنورت الروح القدسیۃ وزاد نورانیتہا واشراقہا بالاعراض عن ظلمۃ عالم الحس وتجلیۃ القلب عن صدأ الطبیعۃ والمواظبۃ علی العلم والعمل وفیضان الانوار الالٰہیۃ حتی یقوی النور وینبسط فی فضاء قلبہ وتنعکس فیہ النقوش المرتسمۃ فی اللوح المحفوظ ویطلع علی المغیبات ویتصرف فی عالم السفلی بل یتجلی حینئذ الفیاض الاقدس بمعرفتہ التی ہی اشرف العطایا فکیف بغیرہا انتہی۔

[2] شرح جوہرۃ التوحید صفحہ ۹۱ شامی جلد اول صفحہ ۲۷ ابن حجر مکی فتاوی حدیثیہ صفحہ ۲۲۹ علامہ قسطلانی شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۵۲ (ممہر الدین) ۱۲